ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
۱۱ر جنوری ۱۹۹۳ء

☆ تحریک خلافت پاکستان کے اغراض و مقاصد اور دستور

☆ ۱۹۹۳ء اسلامی تحریکوں اور مغرب میں مکالمے کا سال ہوگا

☆ دعا' جس نے فلک کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا

5491

حدیث امروز

آپ ہی بسم اللہ کیجئے!

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہاں اسلامی نظام اور شریعت حقہ کے نفاذ کے وعدے کو زینہ بنا کر مسند اقتدار تک پہنچنا تو اہل سیاست اور قوم کے لیڈروں کا حق ہے اور اس کی راہ میں حائل مشکلات کا "قابل قبول" حل پیش کرتے چلے جانا علمائے کرام کی ذمہ داری۔ زعمائے حکومت اشاروں کنایوں میں اسی "اصول" کی شرح کرتے پائے جاتے ہیں تاہم پچھلے دنوں ایک وزیر مملکت نے جو وفاقی کابینہ کے معزز رکن تو ہیں ہی' خیر سے نام کے غازی بھی ہیں' بات پوری طرح کھول بھی دی۔ ملک کی معاشی ابتری اور سیاسی افراتفری کا ذمہ دار اگرچہ انہوں نے حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے لیڈروں کو بھی ٹھہرایا لیکن اصل میں نزلہ عضو ضعیف یعنی رجال دین پر گرا ہے۔ ان کا فرمانا ہے کہ مولوی ملاؤں کا کام فرقہ واریت پیدا کرنا رہ گیا ہے یا پھر ملک کی ترقی کی راہ میں روڑے اٹکانا۔ علمائے کرام اب تک سود اور ربوا میں فرق واضح نہیں کر سکے اور سودی مالیاتی نظام کا متبادل بھی ان کے پاس موجود نہیں۔ وہ کس منہ سے نفاذ شریعت کا مطالبہ کرتے ہیں!

گزارش ہے کہ سود اور ربوا کے بارے میں اپنے قول فیصل کو فاضل وفاقی عدالت نے علمائے کرام کی وضاحتوں کے حوالے سے ہی غیر مبہم الفاظ کا جامہ پہنایا ہے اور متبادل نظام مالیاتی پر متعدد معقول تجاویز بھی علماء کے علاوہ خود حکومتی ادارے یعنی اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے پیش کی جا چکی ہیں' پانی مرتا یہاں ہے کہ ہماری سیاسی قیادت میں نیت کی راستی اور عزم و ارادے کی پختگی موجود نہیں ——— اور اصل سوال یہ ہے کہ بشمول جناب عبداللہ غازی صاحب کے' ہمارے عمائدین حکومت کیا خود بھی مسلمانی کے دعویدار نہیں ہیں؟ کیا ان کے اسلام میں سود حرام نہیں اور اس بنا پر سود اور ربوا کی پہچان ان کی ذمہ داری نہیں بنتی؟۔ علمائے دین جدید مالیاتی نظام کی باریکیوں سے واقف نہیں تو چھوڑیئے انہیں... بسم اللہ خود ہی یہ نیک کام کیجئے اور پاکستان کی معیشت کو ہر طرح کی آلائش و نجاست سے پاک کر دیجئے!۔ OO

قیمت ۵ر روپے

امیر تنظیم و داعی تحریک کا دورۂ سرحد

مرتبہ : حافظ خورشید انجم

مردان ' پشاور کے بعد صوبہ سرحد کا دوسرا بڑا شہر ہے لیکن تنظیم اسلامی یا تحریک خلافت کی صدا اس شہر تک صحیح آہنگ میں نہیں پہنچ سکی۔

گذشتہ سال داعی تحریک خلافت کے دورۂ سرحد کے بعد رفقائے پشاور نے یہ طے کیا تھا کہ آئندہ داعی تحریک خلافت کا جلسہ مردان میں ہونا چاہیے جس کے لئے اسی وقت سے کوششیں شروع کردی گئیں لیکن بعد میں گرمی کی شدت کی وجہ سے اسے ملتوی کردیا گیا۔ اب موسم کی تبدیلی کے ساتھ ہی شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ اہالیان مردان کا یہ قرض اب اتار دیا جانا چاہیے۔ چنانچہ ماہ نومبر کا دو روزہ مردان میں لگایا گیا تاکہ جلسہ خلافت کے لئے لوگوں کو ذہنا" آمادہ کیا جاسکے۔ اس جلسہ کے لئے رفقائے پشاور نے اپنی سی کوشش کی اور بینرز ' پوسٹرز اور ہینڈ بلز لے کر مردان کے دورے کئے تاکہ بھرپور تیاری کے بعد یہ پروگرام کیا جاسکے۔

۱۶ دسمبر بروز بدھ داعی تحریک خلافت دورۂ سرحد کے سلسلے میں پشاور پہنچے۔ جمعرات ۱۷ دسمبر کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے آڈیٹوریم میں ڈاکٹروں کے ایک منتخب اجتماع سے "نیکی کا حقیقی تصور" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے آیت بر سورۃ البقرہ) کے حوالے سے نیکی کے مروجہ تصورات کی نفی کرتے ہوئے قرآن کا تصور بر پیش کیا ۔ اس خطاب کے بعد سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔

جمعہ ۱۸ دسمبر کا آغاز گہری دھند سے ہوا۔ رفقائے تنظیم کے قافلے مردان کی جانب روانہ ہوئے تاکہ انتظامات کو مکمل کیا جاسکے۔ گہری دھند کی وجہ سے راستہ دیکھنا بھی دشوار تھا لیکن ان لوگوں کے لئے جو شرک و مادیت کے دھندلکے میں توحید کی شمع جلائے ہوئے ہیں ' اس رکاوٹ کی کیا حیثیت تھی!۔

مردان پہنچنے پر ناظم اعلیٰ تحریک خلافت جناب عبدالرزاق صاحب نے انتظامات کا جائزہ لیا اور کچھ ہدایات دیں۔ ٹھیک ۱۰ بجے تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ رفیق تنظیم شکیل احمد صاحب نے امام مسجد النبوی الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی کی طرز پر سورۂ آل عمران کی آخری آیات کی تلاوت کی۔ جس کے بعد سٹیج سیکرٹری جناب وارث خان نے امیر تنظیم اسلامی پشاور ڈاکٹر حافظ محمد مقصود کو دعوت خطاب دی۔ انہوں نے سورۂ آل عمران کی آیت ۱۰۲ تا ۱۰۴ کی روشنی میں امت مسلمہ کے لئے لائحہ عمل بیان کیا پھر خود وارث خان صاحب نے خلافت کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ یہ دونوں خطاب پشتو زبان میں ہوئے اور آخر میں داعی تحریک خلافت جن کو سننے کے لئے لوگ دور و نزدیک سے اکٹھے ہوئے تھے کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ ایک ایسا شخص جو انتخابی سیاست کی دھینگا مشتی سے ہٹ کر رجوع الی القرآن اور انقلاب نبوی کی طرف بلاتا رہا ہے ' آج نظام خلافت کے موضوع پر اس کے فکر قرآنی سے استفادے کے لئے لوگ ہمہ تن گوش تھے۔

داعی تحریک خلافت نے سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۵ کی تلاوت اپنے مخصوص انداز میں کرتے ہوئے خطاب کا آغاز کیا اور بھارت ' کشمیر ' بوسنیا اور صومالیہ وغیرہ میں مسلمانوں کی زبوں حالی کی تصویر کشی کرتے ہوئے سورۂ بقرہ کی روشنی میں اس کا سبب دو عملی اور نفاق بتایا۔ انہوں نے بابری مسجد کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ بھارت میں مسلمانوں کے قتل عام کے ذمہ دار پاکستانی مسلمان ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان کا وعدہ پورا نہیں کیا اور نظام خلافت کو قائم کرنے کی بجائے الٹا اپنی آزادی کو امریکہ کے ہاتھ فروخت

(باقی اندرونی سرورق کے دوسری جانب)

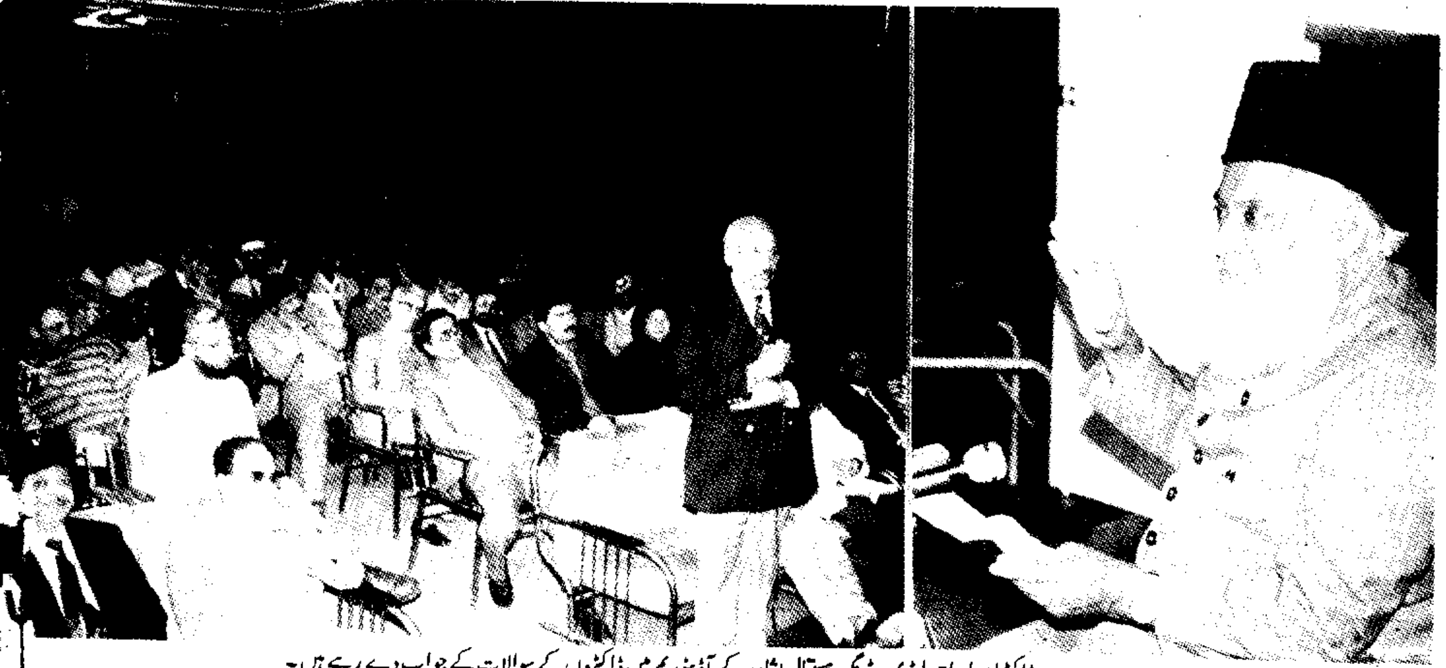

ڈاکٹر اسرار احمد لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور کے آڈیٹوریم میں ڈاکٹروں کے سوالات کے جواب دے رہے ہیں۔

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

○

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۲ شمارہ ۲

۱۸ر جنوری ۱۹۹۳ء

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

○

یکے از مطبوعات

تنظیمِ اسلامی

مرکزی دفتر: ۶۷۔اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

○

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری

مطبع مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ، لاہور

○

قیمت فی پرچہ: -/۵ روپے
سالانہ زرِتعاون (اندرونِ پاکستان) -/۱۰۰ روپے

○

زرِتعاون برائے بیرونِ پاکستان

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ——— ۱۰ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ——— ۸ 〃 〃
افریقہ، ایشیا، یورپ ——— ۱۰ 〃 〃
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ——— ۱۲ 〃 〃

1
542

افتتاحیہ

اے مردِ مسلماں تری غیرت کو ہوا کیا؟

ہمارے نزدیک تو لیل و نہار کی یہ گردش سوائے اس کے کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ ازروئے قرآن اس کے ذریعے سال کے دنوں کا صرف حساب رکھا جاسکتا ہے اور برسوں کا شمار ہوجاتا ہے' یہ افراد اور قوموں کے افعال و اعمال کو ماپنے تولنے کا کوئی پیمانہ نہیں تاہم رسم دنیا اب یہ ہے کہ نیا سال طلوع ہوتا ہے تو ذرائع ابلاغ شب بھر پہلے غروب ہونے والے سال کے دوران ملکوں اور قوموں کی کارکردگی اور پیش آمدہ واقعات و حوادث کا جائزہ اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے پیش کرتے ہیں۔ ۱۹۹۲ء رخصت ہوچکا ہے' آیئے موقع کی مناسبت سے ہم بھی دیکھیں کہ امت مسلمہ کو اس سال نے کیا دیا۔

اپنی خودی کو پہچاننے سے انکار پر اصرار کرنے والی مسلمان قوم پر حسب سابق یہ برس بھی بھاری گزرا۔ کشمیر، فلسطین' اری ٹیریا' بھارت اور متعدد دوسرے منطقوں میں مسلمان ۹۱ء کی طرح جبر و استبداد کی چکی میں پستے رہے جبکہ "آزاد و خود مختار" مسلم حکومتیں عزت و وقار کی منزل کی تلاش میں بدستور سرگرداں ہیں۔ گویا ۹۲ء اس اعتبار سے بھی گئے سال کے مقابلے میں اچھا ثابت نہ ہوا۔ ۹۱ء میں عراق کویت تنازع کے پس منظر سے یہ حادثہ برآمد ہوا تھا کہ عالم عرب پر اسرائیل کی برتری ایک مسلمہ حقیقت بن گئی اور عرب ملوک و شیوخ کے امریکہ سے فدویانہ تعلقات پر پڑے ہوئے سب پردے اٹھ گئے یا یوں کہئے کہ ان کی خود سپردگی کا راز طشت از بام ہوگیا تھا تو ۹۲ء نے مسلمانوں پر جو ستم ڈھائے' ان کی روداد کہیں زیادہ المناک ہے۔ ہمیں زمانے کو برا کہنے سے روکا گیا ہے لہٰذا اس پر کوئی الزام نہیں دھرتے' لاریب وہ کسی کا راکب ہے اور کسی کا مرکب تاہم ۹۲ء ہمارے لئے عبرت کا ایک اور تازیانہ ثابت ہوا۔ تسبیح روز و شب کے یہ ۳۶۵ دانے سر منڈاتے ہی پڑنے والے اولوں کی طرح ہم پر برسے' مشرقی یورپ میں وہی داستان پھر دہرائی گئی جو پانچ سو سال پہلے مغربی یورپ میں صلیبیوں نے رقم کی تھی' بلقان کے مسلمانوں پر وہی قیامت ٹوٹی جو ان پر اندلس میں ٹوٹی تھی۔ وادی جنت نظیر' کشمیر میں جینے کا حق مانگنے والے مسلمانوں پر عرصہ حیات پہلے سے کہیں زیادہ تنگ کردیا گیا اور فلسطین کے شب گزیدہ مسلمانوں کو اس برس بھی نوید سحر نہ ملی۔ بابری مسجد کی شہادت کا اندوہناک سانحہ بھی اسی سال پیش آیا اور مشرق کی جانب سے آنے والی ہوا خون مسلم کی بو سے پھر بوجھل ہوگئی۔ صومالیہ کے مسلمانوں پر خانہ جنگی مسلط کی گئی جس نے انہیں بھوک سے مارا اور اب وہ "آپریشن ہوپ" کی مار پر ہیں جس کی آڑ میں امریکہ اہم ترین آبی گزرگاہ پر چھاؤنی ڈال رہا ہے۔ بش نے جاتے جاتے کلنٹن کے لئے ایک اور راستہ صاف کردیا۔

اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ مرد مسلماں کی غیرت اتنا کچھ دیکھ لینے کے بعد اس برس بھی نہ جاگی' وسائل سے مالا مال مسلم حکومتوں کی حمیت نے ایک انگڑائی تک نہ لی۔ وہ بوسنیا کے کلمہ گو بھائیوں کو اس اقوام متحدہ کے حوالے کرکے نچنت ہوگئی ہیں جو امریکہ کی باندی ہے... اقوام متحدہ جس کا مدار المہام متعصب یہودی بیوی کا ایک غالی عیسائی شوہر ہے یعنی کریلا اور نیم چڑھا! اللہ اللہ' سوا ارب مسلمان آبادی اتنی بے وزن ہوگئی کہ سیل بلا کے آگے کوئی کچا پکا بند نہیں باندھ سکتی' جھاگ کی طرح اس کی موجوں پر سواری کا "مزا" لوٹتی ہے۔ اور اس کا اصل سبب انفرادی طور پر تو وہی بیماریٔ دل ہے جسے الصادق المصدوق' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "وہن" کا نام دیا تاہم ہماری اجتماعی زندگی کو بے مرکزیت نے اجیرن کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ایک ایک مسلمان اپنے مرض کا علاج رجوع الی القرآن اور موت کے خوف سے آزادی کی دوا سے کرے جبکہ ملت بیضاء کی شیرازہ بندی کے لئے خلافت کے ادارے کا احیاء شرط لازم ہے جس کی بحالات موجودہ ممکن العمل شکل یہ ہے کہ مسلم ممالک غیروں سے مستعار لئے ہوئے مختلف النوع نظامہائے سیاست پر تین حرف بھیج کر اپنی اپنی جگہ نظام خلافت کے قیام کی راہ ہموار کریں تاکہ عبوری دور کے لئے ان کی ایک دولت مشترکہ تو وجود میں آسکے۔

مسلمانوں کی جس دولت مشترکہ کا خواب مصور پاکستان علامہ اقبال نے دیکھا' اس کی تعبیر مسلمانان عالم کو دکھانا اہل پاکستان کی اولین ذمہ داری ہے جس کی واحد صورت یہ ہے کہ ہم خود اپنے وطن میں خلافت کے بابرکت نظام کو برپا کریں۔ اسی ملک خداداد کو عالمی خلافت کا نقطہ آغاز بننا چاہیے جو اسلام کے نام پر عالم وجود میں آیا تھا۔ تو آیئے اس ضرورت کا شعور ہی عام کریں' اس کی پیاس تو پیدا کریں!۔ وقت فرصت ہے کہاں' کام ابھی باقی ہے---○○

مسلم ممالک میں احیائی تحریکوں پر ایک طائرانہ نظر

بے جا تشدد کے رجحان کو ختم کرنا ضروری ہے

عبدالکریم عابد

۱۹۹۳ء اسلامی تحریکوں اور مغرب میں مکالمے کا سال ہوگا

۱۹۹۲ء میں اسلامی تحریکوں کا عالمگیر شہرہ رہا اور مغربی ذرائع ابلاغ نے ان تحریکوں کے لئے بنیاد پرستی کی اصطلاح استعمال کی۔ ایک عرصہ تو بنیاد پرستوں کا تذکرہ نفرت اور حقارت سے کیا جاتا تھا لیکن ۱۹۹۲ء کے آغاز سے ہی مغربی تبصرہ نگاروں کے رویہ میں تبدیلی کے آثار نمودار ہوئے اور اب کیفیت یہ ہے کہ بی بی سی نے ۳۰ر دسمبر کے اردو پروگرام میں الجزائر کے حوالے سے کہا ہے کہ مغرب کے مدبرین اور تجزیہ نگار اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ امریکہ اور یورپی ملکوں کو اپنے پٹھو آمروں کو اور مخصی حکمرانوں کو چھوڑ کر بنیاد پرستوں سے مکالمے کا آغاز کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ عالم اسلام میں تبدیلی کی خواہش کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان کے رہنما اور کارکن اپنے ذاتی اوصاف کے اعتبار سے نیک سیرت ہیں' منظم طریقے پر خدمت خلق کررہے ہیں اور عوام میں ان پر اعتماد پایا جاتا ہے جبکہ مغرب کے پٹھو آمروں کی انتظامیہ بدعنوانی میں لت پت ہے جن کے پاس کوئی نظریہ یا ایمان نہیں ہے۔

مغربی اخبارات میں مسلسل ایسے مضامین صاحب فکر و نظر لوگوں کے چھپ رہے ہیں جن کا کہنا ہے کہ مغرب جس چیز کو "بنیاد پرستی" قرار دیتا ہے' آنے والے مہینوں اور سال میں یہ کم نہیں ہوسکے گی بلکہ اس کی طاقت میں زبردست اضافہ ہوگا۔ مغربی حکومتیں اس طاقت کو تسلیم کرکے اور ان سے مکالمے کے ذریعہ ہی اپنے مفادات کا تحفظ کرسکتی ہیں اور ان پر اثر انداز بھی ہوسکتی ہیں۔ ان مضمون نگاروں کا کہنا ہے کہ بنیاد پرستوں پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کا الزام ہے' لیکن ایک تو سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنا صحیح نہیں کیونکہ ان میں اعتدال پسند بھی ہیں اور معقولیت پسند بھی ہیں دوسرے یہ کہ اس انتہا پسندی اور دہشت گردی کی ذمہ دار درحقیقت آمرانہ حکومتیں ہیں۔ ان حکومتوں نے پرامن آئینی اور جمہوری جدوجہد کے تمام راستے بند کررکھے ہیں اور حکومتی مظالم کے رد عمل میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کے رجحان نے جنم لیا ہے۔ اس رجحان کی اصلاح جو رہنما کرسکتے ہیں وہ جیلوں میں بند ہیں۔

پھر اس انتہا پسندی اور دہشت گردی میں ہر جگہ مقامی اور بیرونی خفیہ ایجنسیوں کا ہاتھ بھی ہے جو کئی وارداتیں خود کرتی ہیں اور اسلامی تحریکوں کو بدنام کرنے یا ان وارداتوں کی آڑ میں پکڑ دھکڑ کے لئے انہیں بہانہ بنایا جاتا ہے۔ بیرونی عناصر بھی اپنے اپنے مفادات کے تحت اپنے زیرہدف ممالک کو نشانہ بنانے کے لئے ہر طرح کی دہشت گردی کراتے ہیں تاکہ وہاں حالات خراب ہوں تاہم مغربی پریس یہ تسلیم کرتا ہے کہ اسلامی تحریکوں میں کافی زیادہ انتہا پسند اور دہشت گرد عنصر حالیہ دنوں میں پیدا ہوا ہے۔ جس کے ایران افغانستان وغیرہ سے بھی رابطے ہیں لیکن مغربی مبصرین کا خیال ہے کہ اگر جماعتوں پر سے پابندیاں اٹھا کر انہیں آزادانہ کام کرنے کا موقع دیا جائے تو انتہا پسند اور دہشت پسند پیچھے چلے جائیں گے اور اعتدال پسند عنصر جمہوری آئینی جدوجہد کے ذریعہ عوام کی رہنمائی کرسکے گا۔

الجزائر کی صورت حال

الجزائر میں "اسلامی نجات محاذ" نے پہلے بلدیاتی انتخابات میں فتح حاصل کی' پھر پارلیمنٹ کے انتخابات کے پہلے مرحلے میں اس نے شاندار کامیابی حاصل کی اور آخری مرحلے میں اس کی مزید کامیابی یقینی نظر آرہی تھی۔ حکومت الجزائر نے انتقال اقتدار کے لئے یہ شرط رکھی کہ نئی پارلیمنٹ صدر کی باقی ماندہ معیاد پوری ہونے دے اور اس عرصہ میں صدر اور پارلیمنٹ ایک دوسرے سے محاذ آرائی کی بجائے تعاون کریں۔ اس پر سمجھوتہ بھی ہوگیا اور اسلامی نجات محاذ نے یقین دلایا کہ وہ خود بھی ملک و قوم کے مفاد میں تصادم سے گریز کی پالیسی کا قائل ہے لیکن اس سیاسی سمجھوتہ کے بعد فوج کے جرنیل حرکت میں آگئے۔ انہوں نے صدر کو برطرف کردیا' مارشل لاء نافذ کردیا اور اقتدار اپنے ہاتھ میں لے کر نہ صرف جو انتخابات ہوگئے تھے انہیں کالعدم قرار دیا بلکہ بلدیات کو بھی توڑ دیا گیا کیونکہ ان میں اسلامی نجات محاذ کے ارکان کی اکثریت تھی۔

اس کے ساتھ ہی انتخاب جیتنے والوں اور ان کے حامیوں کو گرفتار کرلیا گیا اور فوج نے مساجد کو گھیرے میں لے لیا۔ کئی مسجدوں میں نماز جمعہ کے اجتماعات بھی نہیں ہونے دئے گئے اور مسجدوں کو سرکاری تحویل میں لے کر ان میں سرکاری امام اور خطیب مقرر کئے گئے پھر جن مساجد کا کنٹرول حاصل کرنے میں حکومت ناکام رہی تھی' انہیں اب منہدم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ گرفتار شدگان کی تعداد ہزاروں میں ہے اور انہیں دور دراز کے ناموافق موسم رکھنے والے صحرائی علاقوں میں رکھا گیا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ تمام سیکولر سیاسی جماعتوں نے حکومت کے مارشل لائی اقدامات کی مذمت کی اور مطالبہ کیا ہے کہ ایوانوں کو بحال کرکے اقتدار اسلامی نجات محاذ کو منتقل کیا جائے۔ یہ مطالبہ کرنے والوں میں بربر قومیت کی علمبردار بربری علاقہ کی مارکسٹ پارٹی بھی شامل ہے جس کے نمائندوں نے اپنے علاقے سے کامیابی حاصل کی تھی اور فوجی جنرلوں کی ترغیب کے باوجود وہ فوجی اقدامات کی تائید کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ یہی موقف آزاد الجزائر کی روز اول سے حکمراں جماعت ایف ایل این کا بھی رہا جس کو انتخابات میں شکست ہوئی تھی اور اس نے اپنی شکست تسلیم کرنے کا اعلان کیا تھا اس حکومت کو

بمع صدر مملکت کے رخصت کردیا گیا اور فوج نے سالہاسال سے بیرون ملک میں جلا وطن محمد بو ضیف کو پیرس سے الجزائر طلب کر کے صدر بنادیا۔

بو ضیف نے چند دنوں کے بعد ہی محسوس کر لیا کہ سیاسی سمجھوتہ ضروری ہے چنانچہ اس نے اسلامی نجات محاذ سے مذاکرات کے لئے رابطہ قائم کیا۔ اس پر فوج نے بو ضیف کو ایک تقریب میں قتل کرادیا۔ قاتل سیکورٹی کے آدمی تھے جو سٹیج پر پردہ کے پیچھے متعین تھے۔ اس قتل کا الزام بھی جنرلوں نے اسلامی نجات محاذ پر ڈال دیا لیکن بات چھپی نہیں رہ سکی' فرانس کے اخباروں نے پول کھول دیا کہ یہ واردات جنرلوں کی کارستانی ہے۔ فرانسیسی اخبارات لکھتے ہیں کہ فوجی حکومت اسلامی نجات محاذ کو کچلنے میں ناکام رہی ہے' روزانہ حکومت اور محاذ کے حامیوں میں جھڑپیں ہو رہی ہیں' فوج میں بھی محاذ کا ہمدرد طبقہ پیدا ہوگیا ہے اور ۱۹۹۳ء میں عوام کا سیل بے پناہ الجزائر میں ویسا ہی ایک اسلامی انقلاب برپا کردے گا جیسا کہ ایران میں خمینی دور میں ہوا تھا۔

ان فرانسیسی اخبارات کے خیال میں الجزائر کی اس نئی اسلامی جمہوریہ کے تاثرات افریقہ اور مشرق وسطٰی میں دور دور تک ہونگے اور جو انقلاب یہ محاذ جمہوری کامیابی سے نہیں لاسکا' وہ ایک عام معاشرتی انقلاب اور تحریک مزاحمت کے ذریعہ آجائے گا۔ مغرب کو بھی اب فوجی جنرلوں کی حکومت سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے' اس کا جانا اور اسلامی محاذ کا آنا یقینی ہے۔ الجزائر کے ساتھ ہی تونس اور مراکش میں بھی مغرب کی پٹھو آمریت آخری دموں پر ہے۔ حکومت نے اسلامی جماعتوں کو دہشت گرد قرار دیا ہے اور خصوصی عدالتوں کے ذریعے انہیں کڑی سزائیں دی جارہی ہیں لیکن ان تدبیروں سے یہ حکومتیں باقی نہیں رہ سکیں گی اور اس طرح کی دوسری اسلامی جماعتیں ان آمروں کی جگہ اپنی حکومتیں تشکیل دینے میں کامیاب ہوجائیں گی کیونکہ ان تینوں ملکوں میں اسلامی رہنما کافی بالغ نظر معلوم ہوتے ہیں اور اپنی جدوجہد کو اچھی طرح چلا رہے ہیں۔

اگرچہ الجزائر میں حکومت نے علماء کے طبقہ کی بعض نامور شخصیات کو ٹی وی پر لاکر اسلامی نجات محاذ کے خلاف تقاریر بھی کرائیں لیکن محاذ نے ان علما سے عداوت رکھنے کی بجائے ان سے مذاکرات کئے اور آخر انہیں اپنے ساتھ کرلیا۔ الجزائر کے سابق وزیر اعظم احمد بن بیلا پہلے محاذ سے الگ تھے لیکن اب وہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ محاذ نے یہ اہتمام کیا ہے کہ مختلف مکاتیب فکر ہم قدم ہو کر چل سکیں۔ اس کا رابطہ دوسری سیکولر جماعتوں کے ساتھ بھی جمہوریت کے عنوان سے قائم ہے اور آپس میں تعاون بھی موجود ہے۔ عجب نہیں کہ آئندہ اسلامی انقلاب کا سنی ماڈل الجزائر سے نمودار ہو اور اس کی ہر جگہ پیروی کی جائے۔

مصر کا معاملہ

مصر کی اسلامی تحریکوں میں کوئی مرکزیت نظر نہیں آتی کیونکہ الگ الگ جماعتیں الگ الگ طریقوں سے کام کررہی ہیں لیکن اس کے باوجود صدر حسنی مبارک کی حکومت کے قدم اکھڑ رہے ہیں مصر میں دانشورانہ سطح پر اسلامی فکر نے اہم کامیابی حاصل کی ہے۔ یونیورسٹیوں کالجوں میں نئی نسل کے ہاتھوں میں اسلام کا جھنڈا ہے۔ خواتین کا نیا فیشن ”حجاب“ ہے اور فیشن ایبل ملبوسات کی دکانوں پر نئے فیشن کے حجاب اور جسم کو چھپانے والی چادریں سب سے زیادہ فروخت ہونے والی شے بن گئی ہیں۔ اسلامی تنظیموں نے خدمت خلق کے محاذ پر نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کے گشتی میڈیکل یونٹوں میں سپیشلسٹ ڈاکٹر ہوتے ہیں اور یہ لوگوں کے گھروں کے دروازوں پر مفت علاج کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔

۹۲ء کے زلزلہ میں ان اسلامی تنظیموں نے خدمت خلق کے کام کا نیا ریکارڈ قائم کیا جس کی وجہ سے اب ان کا ہر حلقہ میں احترام ہے۔ جو لوگ سیکولر ہیں اور اسلامی حکومت کے حامی نہیں وہ بھی خدمت خلق کے کاموں کے لئے اسلامی تنظیموں کو پیسہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے کارکن دیانت دار ہیں' پیسہ کا صحیح استعمال کریں گے۔

”اخوان المسلمون“ علمی اور فکری سطح پر بھی اثر انداز ہے جبکہ ”الجماعت الاسلامیہ“ اور ”الجہاد“ وغیرہ تنظیمیں عوامی سطح پر زیادہ متحرک ہیں۔ ان تنظیموں کے جذباتی ارکان کی جذباتیت اور کچھ خفیہ ایجنسیوں کی کارستانی کی وجہ سے مسلم عیسائی فرقہ وارانہ فسادات بھی ہونے لگے ہیں حکومت جن کی کافی تشہیر کرتی ہے تاکہ مغربی دنیا کی ہمدردی حاصل کرسکے۔ تاہم ایک بات جس نے حکومت کو پریشان کردیا ہے وہ سیاحوں کا قتل ہے۔ اہرام مصر اور فراعنہ مصر کے ملکوں میں آثار قدیمہ کو دیکھنے کے لئے ہر سال کئی لاکھ سیاح آتے ہیں۔ حکومت کو ان سے بڑی آمدنی ہے لیکن سیاح کھلے عام منشیات کی محفلیں سجاتے ہیں' برہنہ رقص ہوتے ہیں اور مصری عورتوں کو عصمت فروشی سکھائی جاتی ہے۔ اس پر غضب آلود لوگوں کی طرف سے پہلے سیاحوں کو وارننگ دی گئی کہ وہ یہ حرکتیں نہ کریں لیکن انتباہ کو نظر انداز کیا گیا تو گاڑیوں پر ایسے حملے کئے جانے لگے جس میں جانی نقصان نہ ہو۔ اس کا بھی اثر نہیں ہوا تو اب سیاح قتل کئے جارہے ہیں اور حکومت اس کی روک تھام میں ناکام ہورہی ہے۔

مغربی تجزیہ نگاروں کے مطابق بنیاد پرستوں کا مصر میں ابھار حکومت کے غیر جمہوری رویے' سرکاری عملہ کی بدعنوانیوں اور خراب معاشی حالات کی وجہ سے ہے۔ مصر کو خلیجی جنگ کے دوران ہر طرف سے زبردست امداد ملی اور پرانے قرضے بھی معاف کردئے گئے لیکن ملک کی معاشی حالت بہتر ہونے کی بجائے اور بگڑ گئی ہے۔ حکومت کا انحصار جبر واستبداد پر ہے۔ صدر ناصر مرحوم کے دوست اور ”الاہرام“ کے سابق مدیر محمد حسین ہیکل ”بنیاد پرستوں“ کے سخت مخالف ہیں لیکن وہ بھی کہتے ہیں کہ حسنی مبارک کی حکومت اب حکومت نہیں رہی بلکہ ایک انتقامی ادارہ بن گئی ہے۔ انہوں نے کچھ عرصہ پہلے انتخابات کرائے تھے لیکن یہ نام نہاد انتخابات تھے اور ان جعلی انتخابات سے مصری معاشرہ میں امن و استحکام نہیں پیدا ہوگا۔ حکومت نے بنیاد پرستوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جامعہ ازہر کے فاضل لوگوں کو ہزارہا کی تعداد میں بھرتی کیا ہے اور انہیں نئے علم الٰہیات اور منطق کے ذریعہ عوام میں کام کرنے پر لگادیا گیا ہے لیکن ان کا کوئی اثر نہیں ہے۔ قومی خزانہ پر یہ علماء و فضلاء ایک اضافی بوجھ ہیں۔

مصر کے آزاد خیال ادیب اس وقت خوف کی حالت میں ہیں۔ ایک مشہور ادیب کو مخالفت کی پاداش میں اسلام کے کسی فدائی نے قتل کردیا ہے جس کے بعد اب دوسرے ادیب اظہار خیال سے گریز کرنے لگے ہیں مگر اخوان کے رہنما کہتے ہیں کہ تشدد غیر ذمہ دار لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے' تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی تحریکوں میں تشدد کا رجحان در آیا ہے۔ خواہ کسی وجہ سے ہو مگر یہ ایک خطرناک علامت ہے جس پر تحریکوں کو قابو پانا چاہیے۔

سوڈان کی کیفیت

سوڈان میں اسلامی حکومت اگرچہ ایک جمہوری

حکومت نہیں ہے اور وہ جمہوریت کے ذریعہ آئی بھی نہیں لیکن اس نے عوام کی خاصی حمایت حاصل کرلی ہے اور جنوبی سوڈان کی عیسائی بغاوت پر بھی مسلمان عوام کی مدد سے قابو پایا ہے کیونکہ ایک عوامی فوج بنائی گئی ہے جس میں جہاد کا جذبہ موجزن ہے ۔ قدرت بھی سوڈان کا ساتھ دے رہی ہے۔ برسوں کی خشک سالی کے بعد اب ہریالی کا سماں ہے اور ملک اناج میں نہ صرف خود کفیل ہو گیا بلکہ صومالیہ میں امداد کے لئے اناج بھیج رہا ہے لیکن مغرب سوڈان کی تقسیم کے درپے ہے ۔ وہ غیر مسلم سوڈان کو الگ کرنا چاہتا ہے جس میں عیسائی اور بت پرست قبائل ہیں ۔ صومالیہ میں امریکی فوج کی موجودگی کا ایک مقصد سوڈان کے اثر و نفوذ کو افریقہ میں پھیلنے سے روکنا بھی ہے۔

اردن کے احوال

اردن میں مقامی آبادی اخوان اور فلسطینی "حماس" پر جان دیتی رہی ہے جس کے مخالف امریکہ رجحان کی وجہ سے ہی شاہ حسین کو خلیجی جنگ میں عراق کی حمایت کرنی پڑی تھی ۔ اب وہ سہمے اور دبکے ہوئے ہیں ' کینسر کے آپریشن کے بعد ولی عہد کے حق میں تخت سے دستبرداری کا سوچ رہے ہیں لیکن حالات کافی انقلاب انگیز ہیں ۔ خاص طور پر فلسطین میں فلسطینیوں کی حالیہ ملک بدری کے بعد "حماس" عربوں اور فلسطینیوں میں مقبول عوام جماعت بن گئی ہے ۔ یاسر عرفات کی سیکولر تنظیم آزادی فلسطین کی کوئی وقعت نہیں رہی ' وہ بھی "حماس" کی تائید کرنے پر مجبور ہیں۔

مغربی تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ جب اسرائیل کے نئے وزیراعظم بھی فلسطینیوں کو بلدیاتی اداروں سے زیادہ کوئی چیز دینے پر تیار نہیں اور ان کے رویہ میں نا معقولیت ہے تو اس کا رد عمل اعتدال پسند فلسطینی لیڈروں کے حق میں نہیں ہو سکتا ۔ اس کا فائدہ "حماس" کو ہی ہو رہا ہے اور "حماس" کوئی معمولی تنظیم نہیں ہے ۔ جو چار سو سے زیادہ آدمی اسرائیل سے ملک بدر کئے گئے اور اسرائیل لبنان کے درمیانی صحرا میں پھنسے پڑے ہیں ' وہ معمولی لوگ نہیں ۔ ان میں سے ایک ایک مدبر اور قابل شخص ہے ۔ خود "حماس" کے جو رہنما جیل میں ہیں ' ان میں کئی پی ایچ ڈی ' ایم اے ' انجینئرز اور ڈاکٹرز ہیں ۔ "حماس" نے بھی اسلامی دعوت کے ساتھ خدمت خلق کے کام کو اپنا شعار بنایا ہے۔

بعض مغربی تجزیہ نگار یہ بھی کہتے ہیں کہ تنظیم آزادی فلسطین کو ناکام بنانے کے لئے ابتدا میں اسرائیل نے حماس کی پیٹھ ٹھونکی تھی اور اسے آزادی فراہم کی مگر اب وہ اسرائیل کے لئے مسئلہ بن گئی ہے کیونکہ اس نے فلسطینیوں کو سیکولر سے مذہبی دیوانہ بنا دیا ہے۔

سعودی عرب کا ماحول

سعودی عرب میں نوجوانوں کا ایک گروہ مسجد مسجد گھوم کر تقریریں کر رہا ہے ۔ ان کی تقریریں سننے کے لئے زبردست مجمع ہوتا ہے اور ان تقریروں کے کیسٹ دھڑا دھڑ بنتے اور فروخت ہوتے ہیں ۔ تقریروں میں شاہی خاندان پر زبردست نکتہ چینی ہوتی ہے جس کی وجہ سے شاہ فہد پریشان ہیں ۔ ان کے درباری مولوی اب عوام میں اپنی وقعت کھو بیٹھے ہیں اور ہر طرف ان نوجوانوں کی دھاک بیٹھ گئی ہے جن کی دعوت کی بنیاد اسلام ہے ۔

کویت کی سیاست

کویت میں امیر کویت انتخابات کرانے کے لئے تیار نہیں تھے لیکن اسلامی اور جمہوری عناصر نے مل کر انتخابات کے انعقاد کے لئے تحریک چلائی جو کامیاب رہی۔ ان انتخابات میں کئی اسلامی تنظیموں کے ارکان کامیاب ہوئے ہیں جن میں ایک شیعہ اسلامی تنظیم بھی شامل ہے۔ لبرل سیکولر امیدوار بھی کامیاب ہوئے ہیں اور ایک گروہ قبائلی سرداروں کا بھی ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا کا منظر

عالم عرب سے باہر جنوب مشرقی ایشیا میں ملائشیا کی ایک ریاست میں اسلامی نظام کے حامیوں نے انتخابات میں کامیابی حاصل کی ہے لیکن صوبائی حکومت کے اختیارات محدود ہیں پھر بھی وہ اپنے میسر اختیار کو بروئے کار لا کر نفاذ اسلام کے لئے کوشاں ہے۔ ریاست کے اسلامی وزیراعلیٰ نے چیف منسٹر ہاؤس میں رہنے سے انکار کیا ہے ' وہ اپنے گھر میں ہی حسب سابق محفل لگاتے ہیں اور انہوں نے کوئی چوکیدار نہیں رکھا۔

انڈونیشیا کے مظاہرے

انڈونیشیا میں صدر سوہارتو اپنی چھٹی میعاد صدارت کے لئے الیکشن لڑنے والے ہیں۔ سوکارنو کے بعد ان کے دور میں عیسائیت کو بڑا فروغ حاصل ہوا کیونکہ عیسائی مشنریوں کی حکومت خود سرپرست تھی ۔ اس کے رد عمل کے طور پر حکومت اور عیسائیت کے خلاف عوامی احتجاج سڑکوں پر آ گیا ہے اور کئی گرجاؤں کو نذر آتش بھی کیا گیا ہے "نہضۃ العلماء" کے ایک رہنما نے کہا ہے کہ سوہارتو نئے کھیل میں لگے ہیں ' وہ اب اسلام کا ہیرو بننا چاہتے ہیں اور اس مقصد کے لئے حج کر آئے ہیں۔ اپنا نیا نام محمد رکھا ہے اور وہی عیسائیت کے خلاف ہنگامے کرا رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی عناصر کی حمایت حاصل کر کے پھر صدر بن جائیں لیکن اسلامی ذہن کے عوام ان سے بیزار ہیں۔ جاوا اور ساٹرا میں اسلامی تحریک کا زور ہے۔ سوہارتو کو یہ خدشہ ہے کہ مغرب جمہوریت کے لئے ان پر دباؤ ڈالے گا اس لئے آمریت چلانے کے لئے بروقت اسلام پسندوں کی خدمات حاصل کرلی جائیں۔

وسط ایشیا کی نئی فضا

اسلامی تحریکوں کا نیا مرکز سابقہ سوویت یونین میں وسط ایشیا کی ریاستیں ہیں ۔ تاجکستان میں سابق کمیونسٹ غالب آئے ہیں اور اسلامی عناصر نے بھاگ کر افغانستان میں پناہ لی ہے لیکن ان کی طاقت تاجکستان میں موجود ہے ۔ کمونسٹوں کی کامیابی کا کمیونزم سے کوئی تعلق نہیں ' یہ ایک خاص علاقائی گروہ ہے جس کے ساتھ اس خوش حال علاقے کے ازبک اور روسی باشندے بھی ہیں ۔ ویسے خود ازبکستان میں بابر کا علاقہ فرغانہ اسلامی تحریک کا بڑا مرکز ہے اور ازبکستان کی دو تہائی آبادی فرغانہ میں رہتی ہے لیکن اس مرکز میں سعودی عرب کی امداد زیادہ چل رہی ہے جبکہ تاجکستان میں اسلامی عناصر کو ایرانی امداد حاصل رہی ہے یا افغان گروہوں سے اسلحہ ملتا رہا ہے۔

امریکہ اور مغربی دنیا وسط ایشیا کے لئے ترکی کو ماڈل کے طور پر پیش کر رہے ہیں ۔ اکثر وسط ایشیائی ریاستوں میں آبادی ترکی النسل ہے اور وہاں ترکی زبان بولی جاتی ہے ۔ ان کے لئے ترکی نے ٹی وی نشریات کا انتظام کیا ہے مگر خود ترکی کا سیکولر ماڈل بھی خطرہ میں ہے ۔ بوسنیا کے حالیہ واقعات کے بعد ترکی میں اسلامی سوچ کی جماعتوں کی طاقت بڑھی ہے اور ایک نئی جنگ بلقان اگر ہوتی ہے جس کا خطرہ مغرب نے محسوس کرنا شروع کر دیا ہے تو یہ لڑائی ترکی کے دل و دماغ میں ایک نئے انقلاب کا سبب ہو گی ۔ ○

انہوں نے قومی تحریک کو احیائی رنگ دیا

ڈاکٹر اسرار احمد

(نوائے وقت کے شکریئے کے ساتھ)

یہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے کہ اگرچہ بیسویں صدی عیسوی میں اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید اور احیاء کا سہرا تمام تر علامہ اقبال کے سر ہے' تاہم انہوں نے اپنی عملی مساعی کو صرف مسلمانان ہند کی اس قومی تحریک کی تائید اور تقویت تک محدود رکھا جو سر سید احمد خان مرحوم کے مکتب فکر کے تحت شروع ہوئی تھی۔ اور خود اسلام کے احیاء اور غلبے کی براہ راست جدوجہد کے لئے نہ کسی تحریک کا آغاز کیا نہ کوئی جماعت بنائی۔ البتہ اس حقیقت کو نگاہوں سے ہرگز اوجھل نہیں ہونے دینا چاہئے کہ حضرت علامہ نے اپنے ۱۹۳۰ء کے خطبہ الہ آباد کے ذریعے مسلمانان ہند کی متذکرہ بالا قومی تحریک کو ایک معین سمت اور واضح منزل کا شعور عطا کر کے اس میں صرف نظریاتی ہی نہیں "احیائی" رنگ کی آمیزش بھی کر دی تھی۔ چنانچہ اپنے اس تاریخ ساز خطبے میں انہوں نے جہاں مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کا مدلل اور فلسفیانہ انداز میں اثبات کیا' اور یہ پیشینگوئی بھی کی کہ ہندوستان کے شمال مغربی علاقے میں ایک آزاد مسلم ریاست کا قیام "تقدیر الٰہی" ہے' وہاں یہ فرما کر کہ: "اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں ایک موقع مل جائے گا کہ اسلام کے چہرۂ روشن پر جو تاریک پردے عرب ملوکیت کے دور میں پڑ گئے تھے انہیں ہٹا کر عالم انسانیت کو اس کی اصل تعلیمات سے روشناس کرا سکیں!" خلافت راشدہ یا "خلافت علیٰ منہاج النبوت" کے قیام کو مسلمانان ہند کی قومی جدوجہد کا نصب العین قرار دیدیا تھا' اس لئے کہ دور ملوکیت سے قبل کا اسلام' ظاہر ہے کہ 'دور نبوت' اور خلافت راشدہ کا اسلام ہی تھا۔ چنانچہ کون نہیں جانتا کہ بعد میں یہی نظریاتی اپیل اور احیائی جذبہ مسلمانان ہند کو "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ!" کے نعرے کے تحت مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کرنے کا ذریعہ بن گیا' جس کے نتیجے میں قیام پاکستان کا "معجزہ" صادر ہو گیا۔

تاہم یہ باتیں تو بہت بعد کی ہیں' اقبال کی ملی شاعری کا ڈنکا تو ۱۹۰۸ء ہی سے بجنا شروع ہو گیا تھا۔ اور اس سے جو احیائی جذبہ بیدار ہوا تھا اس نے مختلف پیکر اختیار کرنے شروع کر دئے تھے۔ ان میں اولاً جو داعی اور قائد سامنے آئے ان میں اہم ترین شخصیت ابوالکلام آزاد کی تھی اور جب ۱۹۲۰ء کے بعد وہ منظر سے ہٹ گئے تو جو دوسری شخصیت سامنے آئی اور جس کے نام کا شہرہ مشرق و مغرب میں ہوا وہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تھی۔

مولانا مودودی کی ولادت ۱۹۰۳ء میں ہوئی تھی۔ گویا علامہ اقبال سے تو وہ چھبیس برس چھوٹے تھے اور اس طرح ان دونوں کے مابین تو پوری ایک نسل کا واضح فصل تھا۔ البتہ جہاں تک مولانا آزاد کا تعلق ہے تو اگرچہ "عدد السنین والحساب" (بنی اسرائیل ۱۲) کے اعتبار سے تو وہ ان سے صرف پندرہ برس چھوٹے تھے لیکن چونکہ مولانا آزاد بہت نوعمری میں نمایاں ہو گئے تھے (چنانچہ صرف چوبیس برس کی عمر میں مطلع ہند پر "الہلال" کی صورت میں نمودار ہو چکے تھے!) لہٰذا ان دونوں کے مابین بھی معنوی فصل کم و بیش سال کا تھا---- بہرحال جب ۱۹۱۸-۱۹ء کے لگ بھگ نوجوان ابوالاعلیٰ نے شعور کی آنکھ کھولی تو اس وقت ہندوستان کی فضا میں ایک جانب حکیم الامت علامہ اقبال کی نہ صرف ملی شاعری اور اس سے پیدا شدہ احیائی جذبے کی دھوم تھی بلکہ ان کا "فلسفہ خودی" بھی پوری آب و تاب کے ساتھ سامنے آ چکا تھا جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نظریہ "وحدت الشہود" کے ظل کی حیثیت رکھتا ہے اور جس نے ہمہ اوستی خیالات اور وجودی تصوف کی جڑ کاٹ کر "فنافی اللہ" کی بجائے "بقا باللہ" کو سلوک کے مقصود اور مطلوب کی حیثیت دیدی تھی۔ اور "اسرار خودی" کے بعد "رموز بیخودی" کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت' محبت اور اتباع کو اصل الاصول قرار دے کر اسلام کے جداگانہ ملی تشخص کو از سر نو مستحکم کر دیا تھا۔ اور دوسری طرف الہلال اور البلاغ کے مدیر' حزب اللہ کے امیر' "دار الارشاد" کے بانی' اور قرآن اور جہاد فی سبیل اللہ کے داعی ابوالکلام آزاد کی شخصیت کا سورج نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ چنانچہ جواں سال ابوالاعلیٰ نے ان دونوں اعاظم رجال سے بھرپور استفادہ بھی کیا' اور گہرا تاثر بھی قبول کیا۔ اور اس طرح "مجمع البحرین" کی حیثیت اختیار کر کے ان دونوں کے مشن کی تکمیل کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔

علامہ اقبال کے اتباع میں مولانا مودودی نے مغربی تہذیب کے اصول و مبادی اور اس کے۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے!

کے مصداق نگاہوں کو چکا چوند کرنے والے مظاہر کو پوری خود اعتمادی کے ساتھ چیلنج کیا۔ اور اپنے سلیس' عام فہم اور دل نشین انداز بیان اور اسلوب نگارش کے ذریعے "اسلامی تہذیب کے اصول و مبادی" (واضح رہے کہ یہ مولانا کی ایک اہم اور ابتدائی تالیف کا نام ہے) کی مفصل وضاحت اور مدلل اثبات کا فریضہ باحسن وجوہ سرانجام دیا۔ چنانچہ اسلام کے معاشرتی نظام پر "پردہ" اور اسلام کی اقتصادی تعلیمات کے موضوع پر "سود" ایسی مبسوط کتابیں ان کے قلم سے نکلیں۔ رہیں اسلام کی سیاسی تعلیمات تو اگرچہ ان کے ضمن میں ان کا مختصر کتابچہ "اسلام کا نظریہ سیاسی" ضخامت کے اعتبار سے "بقامت کہتر" کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اپنے پختہ اور محکم استدلال کی بنا پر یقیناً "بقیمت بہتر" کا مصداق کامل ہے۔ اور ہر صاحب نظر جانتا ہے کہ ان جملہ امور میں مولانا مودودی کی اصل حیثیت علامہ اقبال کے شارح اور مفسر کی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ حضرت علامہ ہی کے اتباع میں مولانا مودودی نے بھی مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کا پر زور اور مدلل اثبات کیا اور اس طرح وہ بھی مسلمانان ہند کی قومی جدوجہد کی تقویت کا ذریعہ ہے۔ اور چونکہ ادھر جمعیت علماء ہند ایسی طاقتور اور اثر و رسوخ کی حامل جماعت اور اس پر مولانا آزاد کی بھاری بھرکم شخصیت بھی پٹڑی بدلنے کے بعد انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہونے کے باعث "متحدہ قومیت" کی زور دار حمایت اور تائید کر رہے تھے' اور ادھر حضرت علامہ علالت کے باعث کسی قدر پس منظر میں جا چکے تھے لہٰذا واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں متحدہ قومیت کی مخالفت اور مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کے اثبات کے میدان میں سب سے موثر اور فیصلہ کن کردار مولانا مودودی کے قلم ہی نے ادا کیا۔ اور ان کی تالیفات "مسئلہ قومیت" اور "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" کے

حصص اول و دوم کو اس وقت کی قومی تحریک کے اہم ترین ہتھیاروں کی حیثیت حاصل ہوگئی ---- چنانچہ مولانا مودودی کے اسی قلمی جہاد کی بنا پر علامہ اقبال کی عقابی نگاہ ان پر پڑی اور انہوں نے انہیں دکن کی سنگلاخ زمین سے " اچک " کر اپنے خوابوں کی سرزمین یعنی مستقبل کے پاکستان کے زرخیز ترین خطے پنجاب میں لا بسایا۔

دوسری طرف الہلال اور البلاغ کی زوردار دعوت جہاد کی تائید و توثیق ہی نہیں مزید تفصیل اور توضیح کے لئے مولانا مودودی نے " الجہاد فی الاسلام " ایسی مبسوط اور معرکہ الاراء کتاب تحریر کی جس نے ایمان کے اہم ترین رکن جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں مغرب کے زیر اثر پیدا ہونے والے معذرت خواہانہ انداز کی نفی کردی جس کا نقطۂ عروج تو غلام احمد قادیانی کا نعرۂ منسوخی جہاد و قتال تھا' تاہم اس کے جراثیم اس حد تک متعدی ہوچکے تھے کہ علامہ شبلی نعمانی ایسے لوگ بھی اس سے بالکل محفوظ اور مامون نہیں رہ سکے تھے۔

مزید برآں مولانا آزاد کے اتباع ہی میں مولانا مودودی نے بھی اس حدیث نبویؐ کے مطابق جس کی جانب مولانا آزاد ہی نے ۱۹۱۲ء میں توجہ دلائی تھی " مسلمانو! میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں 'اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے' یعنی التزام جماعت کا حکم 'امیر کے احکام کو سننے کا حکم 'اطاعت کا حکم 'ہجرت کا حکم' اور جہاد کا حکم!" (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ مسند احمدؒ و جامع ترمذیؒ عن الحارث الاشعریؓ) مسلمانوں کو خالص غلبہ دین اور حکومت الٰہیہ کے قیام کی جدوجہد کے لئے ایک منظم جماعت قائم کرنے کی دعوت دی ۔ اس سلسلے میں جو زوردار مضامین انہوں نے لکھے اور جنہوں نے بعد میں " مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش " کے حصہ سوم کی صورت اختیار کی ان کا نقطۂ عروج " ایک صالح جماعت کے قیام کی ضرورت " نامی مضمون تھا جس کی اساس پر اگست ۱۹۴۱ء میں " جماعت اسلامی " قائم ہوگئی ۔ جو گویا مولانا آزاد کی " حزب اللہ " کا معنوی تسلسل تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے متعدد حضرات اس میں شامل ہوگئے جنہوں نے پہلے مولانا آزاد سے بیعت کرکے حزب اللہ میں شمولیت اختیار کی تھی ' جیسے مستری محمد صدیق ' ملک نصراللہ خان عزیز ' اور شیخ قمر الدین وغیرہ۔

مولانا مودودی کے اس " احیائی فکر " میں جماعت اسلامی کے قیام کے بعد خالص قرآنی اور دینی اصطلاحات کی پیوندکاری مولانا امین احسن اصلاحی کے ذریعے ہوئی جس کے زیر اثر ایک جانب نصب العین کے ضمن میں " حکومت الٰہیہ " کی غیر قرآنی اصطلاح کی بجائے " اقامت دین " اور " خلافت علیٰ منہاج النبوت " کی خالص دینی اصطلاحات کا رواج ہوا ۔ اور مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری کے ضمن میں " امر بالمعروف و نہی عن المنکر " کی اس قرآنی اصطلاح پر جس کو مولانا آزاد نے اپنی دعوت کی اساس بنایا تھا " شہادت علی الناس " کی گہری فلسفیانہ قرآنی اصطلاح کا اضافہ ہوا ۔

اسی طرح امت کی اصلاح اور قیام نظام خلافت کے طریق کار کے ضمن میں مولانا آزاد نے جس قول امام مالکؒ یا اثر صدیق اکبرؓ کا حوالہ دیا تھا گویا اس کی وضاحت کے سلسلے میں مولانا مودودی کا سب سے زیادہ معرکہ الاراء خطبہ وہ ہے جو انہوں نے ۱۹۴۱ء ہی میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سٹریچی ہال میں " اسلامی حکومت کیسے قائم ہوتی ہے؟" کے موضوع پر دیا۔ اور جس کا ترجمہ مولانا مسعود عالم ندویؒ نے عربی زبان میں " منہاج الانقلاب الاسلامی " کے عنوان سے کیا۔ اس میں مولانا نے اسلامی ریاست یا حکومت کے قیام کی سعی یا بالفاظ دیگر اسلامی انقلاب کی جدوجہد کی جملہ شرائط اور لوازم کا بیان نہایت وضاحت اور جامعیت کے ساتھ کیا اور ثابت کیا کہ ایک خالص قومی طرز کی جدوجہد کے نتیجے میں مسلمانوں کی ایک قومی ریاست تو وجود میں آسکتی ہے اسلامی ریاست یا حکومت قائم نہیں ہوسکتی ۔ چنانچہ یہیں سے جماعت اسلامی کا راستہ مسلم لیگ سے علیحدہ ہوگیا ۔ اور اگر بات صرف اسی حد تک رہتی تو کوئی حرج نہ ہوتا لیکن بعد میں 'جیسا کہ بالعموم ہوتا ہے ' اس اختلاف میں شدت بھی پیدا ہوتی چلی گئی اور تلخی کا زہر بھی گھلتا چلا گیا ۔

بایں ہمہ راقم کے نزدیک مولانا مودودی کا یہ پورا علمی اور قلمی جہاد ' اور دعوت و تنظیم کی جملہ مساعی فکر اقبال ہی کی تعمیل کے مرحلہ ثانی ہی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ البتہ جیسے کہ ہم ان ہی کالموں میں کچھ عرصہ قبل تفصیل سے عرض کرچکے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کے اختتام کے بعد اب اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عمل لامحالہ کچھ نامکمل یا ناقص داعیوں ہی کی مساعی کے ذریعے سورۃ انشقاق کی آیت ۱۹ کے مطابق " درجہ بدرجہ " آگے بڑھے گا۔ اور ہر عبوری داعی اور قائد میں عزم و ہمت اور استقلال و استقامت کی کمی پر مستزاد فکر و فہم کی کوتاہی بھی عین قرین قیاس ہے جس کا نتیجہ لامحالہ وقتی ناکامی ہی کی صورت میں نکلے گا۔ اگرچہ اس طرح تجدید و احیاء کا عمل بحیثیت مجموعی درجہ بدرجہ اور رفتہ رفتہ آگے بڑھتا رہے گا۔ چنانچہ یہی معاملہ ہے جو مولانا آزاد کی طرح مولانا مودودی کے ساتھ بھی پیش آیا۔

اس سلسلے میں داعی اول یعنی مولانا آزاد کا معاملہ تو سادہ بھی تھا اور بسیط بھی ۔ اس لئے کہ ان کی اصل حیثیت ایک پرجوش 'بلند آواز' اور خوش الحان "موذن" کی تھی جس کی پکار پر نمازی جمع ہوئے ہی تھے کہ منتشر کردیئے گئے۔ پھر ان کی کوئی خاص تصانیف بھی نہیں تھیں' صرف کچھ خطبات تھے اور کچھ صحافتی مقالات (واضح رہے کہ " ترجمان القرآن " بہت بعد کی چیز ہے ۔) مزید برآں انہوں نے پسپائی بھی اختیار کی تو علی الاعلان (جس کے ضمن میں انہوں نے تو " وقت کی عدم مساعدت اور استعداد" کو مورد الزام ٹھہرایا لیکن ان کے بعض ساتھیوں اور بیعت کرنے والوں ' مثلاً مولانا محمد علی قصوری' نے ان پر " بزدلی " تک کا الزام لگایا۔) چنانچہ حزب اللہ اور دار الارشاد دونوں کی بساط انہوں نے اس طرح لپیٹی کہ پھر ان کا نام بھی کبھی نہیں لیا۔ اور اپنے آپ کو ہمہ تن حصول آزادی کی جدوجہد (یا زیادہ سے زیادہ قرآن حکیم کے ساتھ ذاتی علمی شغل) کے لئے وقف کردیا ---- لیکن داعی ثانی یعنی مولانا مودودی کا معاملہ بہت مختلف ہے۔ ان کی قائم کردہ جماعت اپنے اصل ابتدائی نام لیکن علیحدہ علیحدہ نظاموں کے ساتھ سابق ہندوستان کے جملہ خطوں یعنی پاکستان ' بھارت ' بنگلہ دیش اور کشمیر میں موجود اور برسرکار ہے ۔ اور پورے عالم اسلام میں اسی کو برعظیم ہندوپاک کی اصل اور واحد اسلامی تحریک کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے اور غیر مسلم ممالک میں بھی اسے ایک قابل لحاظ بنیاد پرست قوت سمجھا جاتا ہے ---- بایں ہمہ اگر نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر جانے کے باوجود یہ تاحال کہیں کامیابی کی منزل کے آس پاس بھی نظر نہیں آتی تو اس کے اسباب میں جہاں خارجی اور ثانوی عوامل بھی شامل ہیں ' وہاں داخلی طور پر خود داعی کے فکر کی چند بنیادی تقصیرات بھی ہیں جن کی وضاحت اس جدوجہد کے آئندہ تسلسل کے لازمی تقاضے کی حیثیت سے ضروری اور لابدی ہے اور اللہ گواہ ہے کہ اس سے نہ ان کی توہین مقصود ہے نہ تنقیص۔ اس فکر کی اہم ترین اور سب سے بنیادی کمی

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اغراض و مقاصد اور دستور

تحریک خلافت پاکستان

جو تحریک کے تاسیسی کنونشن منعقدہ راولپنڈی میں اتفاق رائے سے منظور ہوا

○

تحریک خلافت پاکستان
قرارداد تاسیس و اغراض و مقاصد
(MEMORANDUM OF ASSOCIATION)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چونکہ

ہم اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ نظام خلافت بالآخر پوری دنیا میں قائم ہو کر رہے گا۔

اور

اللہ تعالیٰ سے امید کرتے ہیں کہ اس کا نقطہ آغاز ملک خداداد پاکستان ہوگا۔

اور

اس بات کو بھی خوب سمجھتے ہیں کہ نظام خلافت کا قیام مروجہ سیاست کی بجائے' ایک ایسی منظم جدوجہد کے ذریعہ برپا کیا جاسکتا ہے جس کا طریق کار سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستنبط ہو۔

لیکن چونکہ

اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اقامت دین کی اس جدوجہد کا ایک انتہائی اہم پہلو' عوام کو نظام خلافت کے خدوخال اور اس کی برکات سے روشناس کرانا ہے تاکہ مسلمان عوام ایک تحریک کی صورت میں غلبہ دین کی جدوجہد کی تقویت کا سبب بنیں۔

اور چونکہ ہمیں

ڈاکٹر اسرار احمد' صدر موسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور' امیر تنظیم اسلامی اور داعی تحریک خلافت پاکستان کے ان خیالات سے کامل اتفاق ہے جن کا اظہار وہ اپنے مختلف پبلک جلسوں میں کیا کرتے ہیں

لہٰذا

ہم تحریک خلافت پاکستان کے قیام کا فیصلہ اور اعلان کرتے ہیں جو داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد کی قیادت اور راہنمائی میں مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے کوشاں رہے گی۔

(۱) پاکستان کے مسلمان عوام میں وہ شعور پیدا کرنا جو دین کی تعلیمات پر مبنی ہو۔

(۲) پاکستان کے عوام تک یہ پیغام پہنچانا کہ نظام خلافت کیا ہے' اس کی ضرورت کیوں ہے' اور یہ کیونکر برپا کیا جاسکتا ہے۔

(۳) نظام خلافت کے قیام کی تحریک کے لئے پاکستان کے مسلمانوں کا تعاون حاصل کرنا۔

(۴) ہمارے معاشرے کے موجودہ ناانصافانہ اور استحصالی نظام کی گمراہیوں اور خرابیوں کی جانب عوام کو متوجہ کرنا۔

(۵) نظام خلافت کی برکات سے پاکستان کے عوام' مسلم اور غیر مسلم' سب کو روشناس کرانا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تحریک خلافت کے ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش اور قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہم دستخط کنندگان ذیل معاونین تحریک خلافت پاکستان اس بات کے متمنی ہیں کہ تحریک خلافت پاکستان کو سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ کے تحت رجسٹر کردیا جائے۔

○

دستور
تحریک خلافت پاکستان
(ARTICLES OF ASSOCIATION)

(دفعہ نمبر ۱) جنرل:

(ا) اس ادارے کا نام "تحریک خلافت پاکستان" ہوگا۔

(ب) اس کا موجودہ صدر دفتر ۱۲-اے' مزنگ روڈ' لاہور ہے۔ تحریک اپنی ضرورت کے مطابق یہ دفتر کہیں بھی منتقل کر سکے گی۔

(ج) تحریک کے حلقہ جاتی دفاتر ملک کے مختلف شہروں میں قائم کئے جائیں گے۔

(د) ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت اس تحریک کا معاون بن سکتا ہے۔ معاون بننے کے لئے عہد نامہ تعاون دستخط کر کے تحریک کو واپس کردینا کافی ہے۔ معاونین کے لئے کوئی لازمی زر تعاون معین نہیں کیا گیا ہے البتہ تحریک ہر معاون کے جذبہ انفاق سے یہ امید کرتی ہے کہ وہ اپنے وقت اور اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کے ساتھ ساتھ حسب استطاعت زیادہ سے زیادہ مالی انفاق بھی کرے گا۔ ہر معاون اپنے زر تعاون کی رقم کا اظہار اپنے عہد نامہ تعاون میں کرے گا۔ عہد نامہ تعاون کا نمونہ ضمیمہ نمبر ۲ پر درج ہے۔

(دفعہ نمبر ۲) تحریک کی ہیئت انتظامیہ:

(ا) ایک مرکزی خلافت کمیٹی' ایک مجلس عاملہ اور پندرہ (۱۵) حلقہ جاتی خلافت کمیٹیوں پر مشتمل ہوگی۔

(دفعہ نمبر ۳) مرکزی خلافت کمیٹی:

(ا) داعی تحریک خلافت اور ان کے بعد صدر تحریک کے زیر صدارت' تحریک کی Governing-Body ہوگی۔

(ب) ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو تاحین حیات اس تحریک کے داعی کی حیثیت حاصل ہوگی اور یہ تحریک درحقیقت ان ہی کی راہنمائی میں کام کرے گی اور انہیں مرکزی خلافت کمیٹی کے کسی بھی فیصلے کو رد کرنے یا مقدم و موخر کرنے کا اختیار ہوگا۔

(ج) داعی تحریک ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے انتقال یا اس سے قبل کسی سبب سے از خود سبکدوش ہو جانے پر ، تحریک کی قیادت اور رہنمائی کی ذمہ داری مرکزی خلافت کمیٹی کو منتقل ہو جائے گی جو اپنے ارکان میں سے کثرت رائے سے ایک صدر منتخب کرے گی ۔ مرکزی خلافت کمیٹی کے فیصلوں پر حق استرداد کے علاوہ صدر تحریک کو داعی تحریک کے تمام اختیارات حاصل ہوں گے ۔

(د) مرکزی خلافت کمیٹی کے ارکان کی زیادہ سے زیادہ تعداد چالیس (۴۰) ہوگی جس میں تین چوتھائی تعداد حلقہ جاتی کمیٹیوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہوگی اور ایک چوتھائی تعداد داعی تحریک / صدر تحریک کی نامزد ہوگی ۔ مرکزی خلافت کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے اراکین کی تعداد ، منتخب اور نامزد اراکین کے تناسب کے علاوہ حلقہ جاتی خلافت کمیٹیوں اور ان کے ارکان کی تعداد اور مرکزی خلافت کمیٹی کے لئے ان کے منتخب نمائندوں کی تعداد میں حسب ضرورت اضافہ یا کمی کر سکے ۔

(ہ) مرکزی خلافت کمیٹی کا اجلاس عموماً چار ماہ بعد ہوا کرے گا ۔ اور اس کے فیصلے کثرت رائے سے ہونگے ۔ مساوی "آرا" کی صورت میں داعی تحریک / صدر تحریک ایک مزید فیصلہ کن (Casting) ووٹ استعمال کریں گے ۔

(و) مرکزی خلافت کمیٹی پہلی بار تحریک کی رجسٹریشن کے چھ ماہ کے دوران ہونے والے انتخابات کے انعقاد پر تشکیل دی جائیگی اور دفعہ نمبر ۳ ، شق (د) کے مطابق تین چوتھائی منتخب ارکان اور ایک چوتھائی نامزد ارکان پر مشتمل ہوگی ۔ بعد ازاں ہر دوسرے سال انتخابات کے انعقاد پر منتخب اور نامزد ارکان کی اسی نسبت سے نئی مرکزی خلافت کمیٹی تشکیل دی جایا کریگی ۔

(ز) مختلف شعبوں کی نگرانی کے لئے داعی تحریک یا صدر تحریک مرکزی خلافت کمیٹی کے ارکان میں سے مندرجہ ذیل اعزازی عہدیدار مقرر کریں گے :۔

(i) ناظم تحریک ۔ مرکزی خلافت کمیٹی کے منظور کئے ہوئے پروگراموں پر عملدرآمد کا ذمہ دار ہوگا ۔

(ii) ناظم بیت المال ۔ ضروری فنڈز کی فراہمی کے لئے مناسب اقدامات کرنا اور تحریک کے باقاعدہ حسابات اور اثاثہ جات کی نگہداشت کے لئے ذمہ دار ہونا ۔

(iii) ناظم نشرو اشاعت ۔ تحریک کی Overall پبلسٹی ، طباعت و اشاعت اور باہر کی دنیا سے رابطے (Communication) کی ذمہ داری ۔

(iv) ناظم تربیت ۔ معاونین کی تربیت کے پروگرام مرتب کرنا اور تربیت گاہوں کا انعقاد کرنا ۔

(v) سیکریٹری ۔ مرکزی خلافت کمیٹی کے Secretaryship کے فرائض ادا کرنا ۔

(vi) داخلی محاسب ۔ تحریک کے مرکزی اور حلقہ جاتی حسابات کا داخلی آڈٹ ۔

(ح) ناظم بیت المال اور داخلی محاسب کا تقرر لازماً منتخب ارکان میں سے ہوگا ۔

(دفعہ نمبر ۔ ۴) مجلس عاملہ :

(ا) مرکزی خلافت کمیٹی کے تمام عہدیدار ---- ناظم تحریک ، ناظم بیت المال ، ناظم نشرو اشاعت ، ناظم تربیت ، داخلی محاسب ، سیکریٹری ، مجلس عاملہ کے رکن ہوں گے ۔ پہلی مرکزی خلافت کمیٹی کی تشکیل تک ، داعی تحریک مجلس عاملہ کے تمام ارکان نامزد کریں گے ۔

(ب) مجلس عاملہ کا اجلاس عموماً ہر ماہ داعی یا صدر تحریک کی زیر صدارت منعقد ہوا کرے گا ۔ ان کی غیر موجودگی میں صدارت ، ناظم تحریک کریں گے ۔ مجلس عاملہ کی طرف سے ناظم تحریک ، مرکزی خلافت کمیٹی کے ہر اجلاس میں مجلس عاملہ کی کارکردگی کی رپورٹ اور آئندہ کے لئے پروگرامز کی منظوری کے لئے تجاویز پیش کریں گے ۔ مجلس عاملہ کے فیصلے بھی کثرت رائے سے ہوں گے ۔ مساوی آراء کی صورت میں داعی تحریک / صدر تحریک اپنا ووٹ تغلیب استعمال کریں گے ۔ مرکزی خلافت کمیٹی کی طرح ، داعی تحریک کو مجلس عاملہ کے کسی بھی فیصلے کو رد کرنے یا مقدم و موخر کرنے کا اختیار ہوگا ۔

(دفعہ نمبر ۔ ۵) پندرہ (۱۵) حلقہ جاتی خلافت کمیٹیاں :

(ا) یہ کمیٹیاں ملک کے پندرہ حلقہ جات پر مشتمل ہوں گی ۔ ہر حلقہ کی خلافت کمیٹی کے ارکان کی تعداد اس حلقے کے معاونین کا دس فیصد ہوگی لیکن ارکان کی زیادہ سے زیادہ تعداد بیس (۲۰) ہوگی ۔ مزید برآں ایک حلقہ کے بالفعل قائم کئے جانے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں معاونین کی تعداد کم از کم ایک سو (۱۰۰) ہو ۔ سو (۱۰۰) سے کم تعداد پر وہ حلقہ اس وقت تک کے لئے کسی متصل حلقہ میں ضم کر دیا جائے گا تا آنکہ وہاں معاونین کی تعداد سو (۱۰۰) ہو جائے ۔ اس وقت وہ حلقہ بالفعل قائم ہو جائے گا ۔

(ب) حلقہ کے ارکان کا انتخاب مرکزی خلافت کمیٹی کے مقرر کردہ ایک ناظم انتخاب کی زیر نگرانی بلا واسطہ (Direct) ووٹ اور خفیہ بیلٹ کے ذریعہ ہوگا ۔ اسی ناظم انتخابات کے زیر نگرانی حلقہ کے منتخب ارکان اپنے اپنے حلقہ سے خفیہ بیلٹ کے ذریعہ مرکزی خلافت کمیٹی میں نمائندگی کے لئے اپنے ارکان کا انتخاب کریں گے جن کی تعداد حلقہ کے ارکان کا دس فی صد ہوگی ۔ اس طرح کسی بھی حلقہ سے مرکزی خلافت کمیٹی کے منتخب ارکان کی تعداد لازماً ایک (۱) اور زیادہ سے زیادہ دو (۲) ہوگی ۔

(ج) مرکزی خلافت کمیٹی کی طرح حلقہ جاتی سطح پر بھی ہر حلقہ میں ایک ناظم تحریک ، ایک ناظم بیت المال ، ایک ناظم نشرو اشاعت اور ایک سیکریٹری کا تقرر کیا جائے گا ۔ حلقے کے ناظم تحریک کا تقرر مرکزی ناظم تحریک ، داعی تحریک یا صدر تحریک کی منظوری سے کریں گے اور حلقہ کے دیگر عہدیداروں کا تقرر وہ یعنی مرکزی ناظم تحریک ، حلقہ کے ناظم تحریک کے مشورے سے کیا کریں گے ۔

(د) حلقہ کے عہدیداروں کی ذمہ داریاں اپنے حلقہ کے لئے مرکزی خلافت کمیٹی کے عہدیداروں کی ذمہ داریوں کے مطابق (Corresponding) ہونگی ۔ حلقہ کے مختلف شعبہ جات کو operations کے لئے رہنمائی مرکزی خلافت کمیٹی کے متعلقہ ناظمین مہیا کریں گے ۔

(ہ) حلقہ جاتی کمیٹیوں کا اجلاس عموماً ہر ماہ ہوا کرے گا ۔ صدارت ناظم تحریک اور ان کی غیر موجودگی میں ناظم مالیات کیا کریں گے ۔

(دفعہ نمبر ۔ ۶) سالانہ خلافت کنونشن :

ہر سال پورے ملک کی بنیاد پر تمام معاونین تحریک خلافت کا ایک کنونشن منعقد ہوا کرے گا ۔ اس کے لئے مقام ، دورانیہ ، تاریخ اور پروگرام مرکزی خلافت کمیٹی متعین کیا کریگی ۔ سالانہ کنونشن کے پروگرام میں تحریک کے گذشتہ سال کی کارکردگی کا جائزہ ، رواں سال کے لئے پروگرام اور اہداف ، معاونین کی طرف سے تجاویز وغیرہ شامل ہونگے ۔ یہ کنونشن پہلی بار تحریک کی رجسٹریشن کے چھ ماہ کے اندر اندر اور بعد ازاں ہر سال ماہ ستمبر یا اکتوبر میں منعقد کیا جائیگا ۔ ہر دوسرے سال سالانہ کنونشن کے موقعہ پر حلقہ جاتی اور مرکزی خلافت کمیٹیوں کے انتخابات بھی ہوا کریں گے ۔

(دفعہ نمبر ۔ ۷) (نظام مالیات

(ا) تحریک کا ایک مرکزی بیت المال اور پندرہ (۱۵) حلقہ جاتی بیت المال ہوں گے۔

(دفعہ نمبر ۸) مرکزی بیت المال:

(ا) تحریک خلافت پاکستان کے نام پر دو کرنٹ اکاؤنٹ نمبر۱ اور نمبر۲ کسی شیڈولڈ بینک کی لاہور برانچ میں کھولے جائیں گے۔ اکاؤنٹ نمبر۱ میں رقوم صرف جمع کی جاسکیں گی، اس سے کوئی رقم نکالی نہیں جاسکے گی، بلکہ صرف اکاؤنٹ نمبر ۲ میں منتقل (Transfer) کی جاسکے گی۔ اکاؤنٹ نمبر۱ کے واحد دستخط کنندہ داعی تحریک یا صدر تحریک ہوں گے۔ اکاؤنٹ نمبر۲ میں کوئی رقم جمع نہیں کی جاسکے گی بلکہ صرف اکاؤنٹ نمبر۱ سے منتقل کی جائے گی۔ تمام اخراجات صرف اکاؤنٹ نمبر۲ سے کئے جائیں گے، اور اس اکاؤنٹ کو ناظم بیت المال، ناظم تحریک اور سیکریٹری تحریک میں سے کوئی دو عہدیدار مشترکہ دستخطوں (Joint Signatures) سے Operate کرنے کے مجاز ہوں گے۔

(ب) تحریک ہر مسلمان سے جو اس کے مقاصد سے اتفاق کرتا ہو، عطیات قبول کرے گی۔ عطیات کے لئے ایک صورت اخبارات و جرائد میں اشتہار ہیں۔ صرف مرکزی خلافت کمیٹی ہی عطیات کے لئے اشتہار دینے کی مجاز ہوگی۔ ایسے اشتہارات میں یہ تصریح بھی ہوگی کہ عطیات صرف مرکزی بیت المال کے بینک اکاؤنٹ نمبر۱ میں جمع کئے جائیں گے۔

(ج) جملہ حسابات کا آڈٹ حکومت کے منظور شدہ محاسبین (Chartered Accountants) سے کروانا لازمی ہوگا۔ اس کے علاوہ داخلی محاسب بھی حسابات کی سالانہ جانچ پڑتال کرے گا اور اپنی رپورٹ مرکزی خلافت کمیٹی کو پیش کرے گا۔

(دفعہ نمبر ۹) حلقہ جاتی بیت المال:

(ا) ہر حلقہ تحریک خلافت پاکستان اپنے حلقہ کے مرکزی مقام کے اسی بینک کی برانچ میں، جس میں مرکزی بیت المال کے اکاؤنٹ ہوں گے، ایک کرنٹ اکاؤنٹ کھولے گا۔ حلقہ کے ناظم تحریک، ناظم بیت المال اور سیکریٹری میں سے کوئی دو عہدیدار اسے مشترکہ (Joint) دستخطوں سے Opreate کریں گے۔

(ب) حلقہ میں صرف ایک بینک اکاؤنٹ کا مالیاتی نظام اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ حلقہ کی آمدنی ایک خاص حد کے اندر رہوگی، اس حد کا تعین مرکزی خلافت کمیٹی کرے گی۔ آمدنی کے اس متعین حد سے اضافہ کی صورت میں اس حلقہ میں بھی مرکزی بیت المال کی طرز پر دو بینک اکاؤنٹ کا مالیاتی نظام قائم کردیا جائے گا۔ اس نظام میں اکاؤنٹ نمبر۱ کے واحد دستخط کنندہ (Single Signatory) حلقہ کا ناظم تحریک ہوگا اور اکاؤنٹ نمبر۲ کو حلقہ کے ناظم بیت المال، سیکریٹری اور ناظم نشرو اشاعت میں سے کوئی دو عہدیدار مشترکہ (Joint) دستخطوں سے (Oprerate) کرسکیں گے۔

(ج) کسی وقت خاص حالات کے پیش نظر مرکزی خلافت کمیٹی، داعی یا صدر تحریک کو یہ اختیار دے سکتی ہے کہ وہ واحد دستخط کنندہ (Single Signatory) کے طور پر کسی بھی حلقہ کے بینک اکاؤنٹ نمبر۱ یا بینک اکاؤنٹس نمبر۱ اور ۲ سے رقم مرکزی بیت المال کے اکاؤنٹ نمبر۱ میں منتقل کردیں۔ حلقہ کے بینک اکاؤنٹ کھولتے وقت اس شق کا provision رکھا جائے گا۔

(د) دو بینک اکاؤنٹ مالیاتی نظام کے ساتھ ساتھ حسابات کی (Chartered Accountants) سے آڈٹ بھی لازمی ہوگا۔ داخلی محاسب، بہرحال حسابات کی جانچ پڑتال باقاعدگی سے کیا کریگا اور اپنی رپورٹ مرکزی خلافت کمیٹی کو پیش کریگا۔

(ہ) ہر حلقہ اپنی آمدنی کا ۲۵ فی صد ہر ماہ مرکزی بیت المال کے لئے ادا کرنے کا پابند ہوگا۔

(دفعہ نمبر ۱۰) طریقہ ترمیم

(ا) تحریک کے دستور میں حسب ضرورت ترامیم مرکزی خلافت کمیٹی تجویز کرے گی۔

(ب) بعد ازاں مجوزہ ترامیم کی توثیق حلقہ جاتی کمیٹیوں کے مجموعی ارکان کی اکثریت سے ہونا ضروری ہوگی۔

(ج) داعی تحریک کی موجودگی میں ہر ترمیم کے لئے ان کی منظوری لازمی ہوگی۔ حلقہ جاتی کمیٹیوں کی طرف سے توثیق نہ ہونے کے باوجود داعی تحریک کو ایسی ترمیم کو دستورر قواعد و ضوابط کا جز بنانے کا اختیار حاصل ہوگا۔

(د) ترامیم کی توثیق سالانہ کنونشن کے موقعہ پر موجود ارکان کی اکثریت کیا کریگی۔

(دفعہ نمبر ۱۱) مرکزی خلافت کمیٹی کے اعزازی ناظمین اور ان کی ذمہ داریاں

(ا) مختلف اعزازی ناظمین کی بنیادی ذمہ داریاں مختصراً تو دفعہ نمبر ۳ مرکزی خلافت کمیٹی کے ذیل میں درج کردی گئی ہیں لیکن ضرورت ہے کہ ان ذمہ داریوں کی تفصیل کے ساتھ ساتھ ناظمین کے تحت ممکنہ اعزازی اور بامشاہرہ عملہ کی نشاندہی بھی کردی جائے۔

(ب) ناظم تحریک

(i) تحریک کے Operations کی پوری ذمہ داری ناظم تحریک پر ہے۔

(ii) Operations کی ذمہ داریوں میں مرکزی خلافت کمیٹی / مجلس عاملہ میں تحریک کے لئے تنظیمی اور توسیعی پروگرامز پیش کرنا، منظور شدہ پروگرامز کو روبہ عمل لانا اور اس کی بازرسی (Feed..back) کرنا شامل ہیں۔

(iii) داعی تحریک / صدر تحریک کی غیر موجودگی میں مرکزی خلافت کمیٹی یا مجلس عاملہ کے اجلاس کی صدارت ناظم تحریک کریں گے۔

(ج) ناظم مالیات

(i) تحریک کے باقاعدہ جملہ حسابات رکھنے کے انتظامات کرنا اور ان کی نگرانی۔ حسابات کے رجسٹر، واؤچرز، بلز اور متعلقہ کاغذات کے فائلوں کی نگہداشت

(ii) آمد و خرچ کے ماہانہ، سالانہ اور وقتاً فوقتاً گوشوارے اور بیلنس شیٹ تیار کرانا اور انہیں حسب ضرورت مجلس عاملہ / مرکزی خلافت کمیٹی میں منظوری کے لئے پیش کرنا۔

(iii) جملہ حسابات کا داخلی اور خارجی آڈٹ کرانا۔

(iv) مجلس عاملہ / خلافت کمیٹی میں تحریک کے لئے فنڈز مہیا کرنے کی تجاویز پیش کرنا اور منظور شدہ تجاویز کو روبہ عمل لانا۔

(v) ناظم مالیات کے تحت رقوم کی وصولی، اس کی رسیدیں کاٹنے، نقد رقوم رکھنے، واؤچرز اور قرطاس بنانے اور ضروری حسابات کے رجسٹر اور کنٹرول maintain کرنے کے لئے ناظم مالیات تفصیلی طریق کار وضع کریں گے۔ اسی طرح اخراجات کی ادائیگی کے لئے بھی حسب ضرورت واؤچرز، ان کی منظوری، مختلف حسابات کے رجسٹر اور کنٹرول کا مفصل طریق کار وضع کریں گے۔ آمدن اور اخراجات کے طریق کار کے لئے مجلس عاملہ کی منظوری ضروری ہوگی۔ ناظم مالیات اکاؤنٹس اور

کیش کے لئے جو طریق کار وضع کریں گے وہ اسے حلقہ کے ناظمین مالیات کے ذریعہ حلقہ جاتی خلافت کمیٹیوں میں بھی رائج کریں گے۔

(vi) ناظم مالیات حساب لکھنے کے لئے اکاؤنٹنٹ، اکاؤنٹس کلرک، کیش کے لئے کیشیر وغیرہ کا اعزازی یا بامشاہرہ عملہ رکھ سکیں گے۔

(د) ناظم نشرواشاعت:

(i) تحریک کی پبلسٹی، طباعت و اشاعت کے انچارج

(ii) باہر کی دنیا، خصوصیت سے پریس سے رابطے اور communication کا ذمہ دار۔

(iii) پبلسٹی، طباعت و اشاعت اور پریس سے رابطے کے پروگرامز مجلس عاملہ ر مرکزی خلافت کمیٹی میں پیش کرنا اور منظور شدہ پروگرامز کو روبہ عمل لانا۔

(iv) حسب ضرورت، ناظم نشرو اشاعت کے تحت طباعت اور پبلسٹی کے لئے اعزازی یا بامشاہرہ معاونین رکھے جاسکیں گے۔

(ہ) ناظم تربیت

(i) معاونین کی تربیت کے لئے پروگرام مجلس عاملہ میں پیش کرنا۔

(ii) منظور شدہ پروگرامز کے مطابق تربیت گاہوں کا انعقاد کرنا۔

(iii) حلقہ جاتی سطح پر تربیت گاہ کے لئے ناظم تربیت ناظم تحریک سے coordinate کریں گے۔

(و) سیکریٹری

(i) Seretaryship کے جملہ فرائض کے ذمہ دار

(ii) مرکزی خلافت کمیٹی، مجلس عاملہ اور سالانہ کونشن کے ایجنڈے کو مرتب کرنا، ان کا اجراء، اور تعمیل کا انتظام

(iii) مندرجہ بالا اجتماعات ر مجالس کی روداد قلمبند کرنا اور برائے توثیق پیش کرنا، نیز مجلس عاملہ یا مرکزی خلافت کمیٹی کے فیصلوں سے حلقہ جاتی کمیٹیوں کو تحریراً دیگر ذرائع سے مطلع کرنا اور ان فیصلوں کے عملدر آمد کی رپورٹ حاصل کرنا۔

(iv) مرکزی خلافت کمیٹی ر مجلس عاملہ کی طرف سے مقرر کردہ کسی بھی کمیٹی کی کارروائی کی روداد قلمبند کرنا

(v) رکارڈ کیپنگ، ٹائپنگ، اور دیگر clerical کاموں کے لئے بامشاہرہ یا اعزازی عملہ رکھا جاسکے گا۔

(ز) داخلی محاسب

(i) مرکزی خلافت کمیٹی اور حلقہ جاتی خلافت کمیٹیوں کے حسابات کی سالانہ داخلی جانچ پڑتال اور اس پر مشتمل رپورٹ مجلس عاملہ ر مرکزی خلافت کمیٹی کو پیش کرنا

(ii) حسابات سے متعلق بے قاعدگیوں کی انکوائری، اپنی رپورٹ اور سفارشات مجلس عاملہ ر مرکزی خلافت کمیٹی کو پیش کرنا۔

(دفعہ نمبر۱۲۔) حلقہ جاتی خلافت کمیٹیوں کے اعزازی ناظمین اور ان کی ذمہ داریاں:

(ا) ہر حلقہ میں، مرکزی خلافت کمیٹی کی مانند ایک ناظم تحریک، ایک ناظم بیت المال، ایک ناظم نشرو اشاعت اور ایک سیکریٹری کا تقرر ہوگا۔

(ب) حلقہ کے ان عہدیداروں کی ذمہ داریاں مرکزی خلافت کمیٹی کے عہدیداروں کی ذمہ داریوں کے مطابق (corresponding) ہونگی لیکن صرف اپنے حلقہ کی سطح تک محدود ہونگی۔ حلقہ کے عہدیدار مرکز میں اپنے counterpart کی ہدایت کے مطابق اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کریں گے۔

(ج) داخلی "محاسبہ" اور تربیت، یہ دو ضرورتیں ملکی سطح پر مرکزی خلافت کمیٹی کے زیر انتظام پوری کی جائیں گی گو مرکزی خلافت کمیٹی کو یہ اختیار ہوگا کہ حسب ضرورت ان شعبہ جات کے ناظمین حلقہ کی سطح پر بھی مقرر کرسکے۔

(د) حلقہ جاتی خلافت کمیٹیاں بھی ضرورت کے مطابق ناظمین کے تحت اعزازی ر بامشاہرہ عملہ رکھ سکیں گی۔ یہ عملہ مرکزی خلافت کمیٹی سے منظوری کے بعد مقرر کیا جاسکے گا۔

(دفعہ نمبر۔۱۳) متفرقات

(ا) مرکزی خلافت کمیٹی اور مجلس عاملہ کے باقاعدہ (regular) معمول کے (ordinary) اجلاس میں کسی کورم کی شرط نہیں ہے۔ ارکان کو میٹنگ سے کم از کم پندرہ یوم اور سات یوم بالترتیب نوٹس (notice) اور ایجنڈہ دیا جانا کافی ہے۔

(ب) مرکزی خلافت کمیٹی کے معمول کے (ordinary) اجلاس کے علاوہ داعی تحریک ر صدر تحریک کمیٹی کا خصوصی اور ہنگامی اجلاس بھی طلب کر سکتے ہیں۔ اسطرح کمیٹی کے ارکان کی کم از کم ایک تہائی تعداد بھی خصوصی اور ہنگامی اجلاس طلب کرنے کے لئے نوٹس (notice) دے سکتی ہے۔ ہر دو صورت میں خصوصی اور ہنگامی اجلاس کا ایجنڈا کم از کم تین یوم قبل جاری کیا جائیگا۔ اس اجلاس کے لیے بھی کورم کی شرط نہیں ہے۔

(ج) سالانہ کونشن کا ایجنڈا کم از کم ۲۱ یوم قبل جاری کیا جائیگا۔

(د) مرکزی خلافت کمیٹی کے خصوصی اور ہنگامی اجلاس کا ایجنڈا اور سالانہ کونشن کا نوٹس بذریعہ ڈاک یا کسی روزنامہ میں اشتہار کے ذریعہ دیا جاسکے گا۔

(ہ) حلقہ جاتی خلافت کمیٹیوں کا باقاعدہ (regular) معمول کے (ordinary) اجلاس کا ایجنڈا کم از کم سات یوم قبل جاری کیا جائیگا۔ اجلاس کے لئے کسی کورم کی شرط نہیں ہے۔

(و) مرکزی خلافت کمیٹی کی طرح کسی حلقہ جاتی کمیٹی کا خصوصی اور ہنگامی اجلاس بھی طلب کیا جا سکتا ہے۔ یہ اجلاس حلقہ کی کمیٹی کے ناظم تحریک یا کمیٹی کے کم از کم ایک تہائی ارکان کی طرف سے طلب کیا جا سکتا ہے۔ اجلاس کا ایجنڈا کم از کم تین یوم قبل جاری کیا جائیگا۔ اجلاس کے لئے کسی کورم کی شرط نہیں ہے۔

(ز) ناظم انتخاب، انتخابات کے موقع پر مرکزی خلافت کمیٹی سے دو ارکان coopt کرسکیں گے جو انتخابات کے انتظام میں ان کی مدد کریں گے۔

(ح) تحریک کے سرمایہ سے حاصل کردہ، نیز عطیہ کردہ تمام املاک منقولہ و غیر منقولہ تحریک کی ملکیت ہونگی۔ ان جملہ املاک کی خرید، نگہداشت و فروخت، ناظم مالیات اور ناظم تحریک کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی۔ (Fixed..Assets) کی خرید و فروخت کے لئے مجلس عاملہ کی منظوری ضروری ہوگی۔

(ط) تحریک اپنی آمدنی، جائیداد اور اثاثے صرف اپنے اغراض و مقاصد کے لئے خرچ کرےگی اور ان کا کوئی حصہ کسی شکل (بونس، نفع وغیرہ) میں اپنے کسی ممبر یا اس کے کسی رشتہ دار کو بالواسطہ یا بلاواسطہ منتقل نہیں کرے گی۔

(ی) تحریک خلافت پاکستان کے ختم کئے جانے (dissolve) کی صورت میں اس کا تمام فاضل سرمایہ (net assets) یعنی اثاثے اور رقم جو

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اسلام آباد سے اپنے عزیز ساتھی عارف اعوان کا خط ہم القاب و آداب اور نجی نوعیت کے اختتامی کلمات کو چھوڑ کر پورے کا پورا شائع کر رہے ہیں جبکہ انہوں نے اس کی خواہش کا اظہار کرنے کی بجائے ہمیں اس کی اشاعت سے روکا تھا۔ دراصل یہ مکتوب اتنا قیمتی ہے کہ اس کا "ندائے خلافت" کے صفحات میں محفوظ کیا جانا ضروری محسوس ہوا۔ یہ اپنائیت ہمیں کسی تعریفی مراسلے میں نہ ملی اور یہ دلسوزی پہلے کسی مشورے میں نہیں پائی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس رفیق کے جذب دروں کو اور زیادہ کرے۔ کان ذرا ادھر لائیے، یہ بات اپنے تک ہی رکھئے گا کہ رفقاء و معاونین کی طرف سے مہینے بھر میں ایسا ایک بھی خط ہمیں مل جایا کرے تو "ندائے خلافت" نکھرتا سنورتا چلا جائے گا---(مدیر)

میں جس معاملے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اس کی اہمیت و نزاکت کے پیش نظر اپنا تعارف نیز سیاسی و ملکی معاملات پر آپ کی سوچ و احساسات سے اپنی آگہی کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

الحمدللہ میں اکتوبر ۱۹۸۸ء میں تنظیم اسلامی میں شامل ہوا تھا اور خوش قسمتی سے دسمبر ۸۸ء میں کراچی میں منعقدہ تربیت گاہ میں بھی شرکت کی تھی۔ بعد ازاں تنظیم کے نظام العمل کی رو سے تمام مطلوبہ تربیت گاہیں بھی Attend کیں۔ یوں میں الحمدللہ تنظیم کی فکر سے آگاہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے حتی الامکان اسی فکر کا پرچار کرنے والا ہوں۔ نیز امیر محترم کی فکر کے مختلف پہلوؤں سے بھی اپنی اہلیت کے مطابق واقف اور متفق ہوں۔

اسی طرح آپ کی سوچ و احساسات سے بھی خاصی حد تک آگاہ ہوں۔ چونکہ اولاً تو دسمبر ۸۸ء ہی سے "ندا" کا مستقل قاری ہوں۔ پھر دسمبر ۸۸ء ہی میں کراچی میں تربیت گاہ کے دوران آپ کی وہ وضاحتی تقریر بھی سنی تھی جو آپ کے "ندا" میں چھپنے والے مضامین میں جماعت اسلامی اور پیپلزپارٹی کے متعلق رائے پر رفقاء کے اعتراضات کے جواب میں تھی۔ نیز کچھ ہی عرصہ قبل آپ کا مضمون بھی پڑھا جو آپ نے "ندائے خلافت" یا سابقہ "ندا" میں انہی دو امور پر اپنی رائے اور احباب کے اعتراضات کے حوالے سے لکھا تھا۔

اس طرح ان امور پر آپ کی رائے سے نہ صرف آگاہ ہوں بلکہ مجھے اس پر کوئی خاص اعتراض بھی نہیں۔ بلکہ ملکی معاملات میں پی پی کے کردار اور اس کے مقام اور اثر و نفوذ سے مجھے بھی انکار نہیں نیز اس کا مقابلہ سیاسی طور پر کرنے کی بجائے دباؤ کے وہ ہتھکنڈے استعمال کرنے پر مجھے بھی اعتراض ہے جو گذشتہ مارشل لاء حکومت اور موجودہ حکومت استعمال کر رہی ہے۔ جبکہ دوسری طرف پی پی کے سیکولر نظریات اور طرز عمل سے مجھے شدید اختلاف ہے میں سمجھتا ہوں کہ پی پی کے بارے میں آپ کی رائے بھی قریب قریب یہی ہے۔ آپ کو ان سے کوئی ذہنی و نظریاتی قرب ہرگز نہیں ہے۔

اس تمہید کے بعد میں اصل بات کی طرف آتا ہوں کہ "ندائے خلافت" میں جناب عبدالکریم عابد کے اکثر و بیشتر تجزیوں اور گاہے گاہے آپ کے انشائیے میں پی پی کے حوالے سے جو باتیں لکھی جاتی ہیں، ان میں عوام الناس کے نقطہ نظر سے پیپلزپارٹی کے لئے بالواسطہ حمایت کا پہلو نکلتا ہے۔ تنقید کا پلڑا آئی جے آئی کی نسبت بہت ہی ہلکا ہوتا ہے۔ عابد صاحب کی تحریروں میں بلاوجہ بینظیر کی اہلیت و اہمیت کا تذکرہ ہوتا ہے جبکہ آپ کی جو بھی تحریر ہوتی ہے، وہ اصولاً غلط تو نہیں ہوتی لیکن ایک تو خواص کی بات عوام میں کہہ دینے والی بات ہوتی ہے اور دوسرے "ندائے خلافت" کی دعوتی حیثیت کے اعتبار سے غیر ضروری اور نقصان دہ ثابت ہوتی ہے

غیر ضروری اس لئے کہ ہمارے ملک میں دینی مزاج رکھنے والوں کی عظیم اکثریت سیکولر نظریات کی شدید مخالف ہے اور یہی طبقہ ہماری دعوت کا مخاطب ہے اس جدوجہد کے لئے نرم گوشہ رکھنے والے بھی یہی لوگ ہیں۔ اب چونکہ پیپلزپارٹی، سیکولر نظریات کی ترویج و تنفیذ کے لئے واحد موثر قوت ہے بلکہ ان نظریات کی حقیقی علمبردار بھی یہی جماعت ہے جسے جب موقع ملا ان پر عمل بھی کرایا نیز علی الاعلان اپنے طرز عمل کا اظہار بھی کرتی ہے، اس لئے منطقی طور پر دینی مزاج کے حامل یہ لوگ پی پی سے شدید نفرت بلکہ عداوت تک رکھتے ہیں۔ اور کسی ایسی بات کو بھی سننے اور ماننے کے روادار نہیں ہیں جو فی الحقیقت پی پی کی اچھائی ہو۔

"ندائے خلافت" چونکہ تحریک خلافت کا نقیب ہے اس لئے معاونین اور احباب کو مطالعہ کے لئے دیا جاتا ہے لیکن جونہی کوئی ایسی بات جس میں پی پی کی تعریف کا پہلو یا نرم گوشہ بظاہر محسوس ہو تو ایسے لوگ فوراً ٹھٹھک جاتے ہیں چونکہ وہ سیکولر نظریات کی وجہ سے ان سے کد رکھتے ہیں اور اقامت دین کے داعیان کی طرف سے پی پی کے لئے ہلکی سے ہلکی ہمدردی بھی انہیں ناگوار گزرتی ہے اور اپنی اس حساسیت کی بناء پر ہماری دعوت کے مثبت پہلوؤں کو بھی نظرانداز کر دیتے ہیں۔

بزرگوار محترم! چونکہ ہمیں عوام میں کام کرنا ہے اور کوئی تحریک بھی معتدبہ عوامی شرکت کے بغیر اپنے ہدف کی طرف نہیں بڑھ سکتی چنانچہ بلاشبہ ہمیں عوامی حمایت کی خاطر کسی ایسی عوامی خواہش کی پیروی تو ہرگز نہیں کرنی جو مصالح و حکمت دین کے منافی ہو کیونکہ ایسی ٹھوکروں سے منزل سے دور تو ہٹا جا سکتا ہے، پیش قدمی نہیں کی جا سکتی تاہم اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے کسی ایسے قول و فعل کی بناء پر ٹھوس اور واضح دعوت دین سے عوام الناس کی دوری کا جواز بھی فراہم نہیں کرنا چاہیے جو نہ تو جزو دین ہو اور نہ ہی اس کی دینی و تحریکی ضرورت و اہمیت ہو۔ نیز اس کے نہ کہنے سے کتمان حق بھی نہ ہوتا ہو تو پھر ہمیں ایسی عوامی رائے پر ضرور غور کرنا چاہیے۔

یہ درست ہے کہ جس تحریر میں ایسے امور زیر بحث آئیں جہاں تقابلی جائزہ ہو تو ایسی تحریر و تجزیہ میں جہاں پی پی کی تعریف کا بالواسطہ پہلو نکلتا ہو وہیں اس کی مخالفت کا پہلو بھی کسی نہ کسی درجہ میں ہوتا ہے اور سوچنے سمجھنے والا طبقہ تو دونوں پہلوں کو سامنے رکھ کر ہی رائے قائم کرتا ہے لیکن ایک عام مخاطب عموماً اول الذکر پہلو پر ہی چونک جاتا ہے۔ پھر وہ دوسرے پہلو بھی نظرانداز کرتا ہے۔ عام قاری کو کیا پڑی ہے کہ سیاق و سباق اور منظر و پس منظر کو سامنے رکھے۔ وہ تو سرسری نظر اور سوچ سے ہی دیکھتا ہے اور بدک جاتا ہے۔ ہمیں عام لوگوں کے

ذہنی معیار کو سامنے رکھنا ہے کیونکہ ہم نے تحریک خلافت کا پلیٹ فارم رکھا ہی عوام الناس کے لئے ہے کہ وہ نظام خلافت کے نفاذ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی برکات کو سمجھیں اور پھر اس کام کے لئے تعاون کریں۔ رہی تنظیم اسلامی تو وہ ایک خاص ذہنی معیار کو اپیل کرتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تنظیم کی فکر سے حقیقی شناسا رفقاء کو ایسی باتوں پر کچھ اعتراض نہیں ہوتا۔ وہ خود مطمئن ہوتے ہیں اور دوسرے کو بھی قائل کرسکتے ہیں لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ جن احباب کو ہم معاون تحریک خلافت بنانا چاہتے ہیں' انہیں دیگر خدشات و اشکالات پر مطمئن کریں اور انہیں قائل کر کے یہ کام کرنے والا بنادیں یا بے مقصد اور وقتی امور پر اعتراضات کے رفع کرنے میں اپنی توانائیاں کھپاتے پھریں!

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ متنازعہ سیاسی امور پر ہماری تحریروں کی ضرورت کیا ہے؟ تو میں عرض کرونگا کہ شاید بالکل ضرورت نہیں ہے کیونکہ امیر محترم کے خطبات جمعہ میں سیاسی امور پر اظہار خیال انتہائی متوازن اور مدلل ہوتا ہے۔ مزید کسی تجزیئے کی ضرورت باقی نہیں رہتی پھر جیسا کہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ ایسے امور کی میرے نزدیک دینی و تحریکی اہمیت و ضرورت نہیں ہے کیونکہ کس کے ساتھ کیا زیادتیاں ہوئیں اور کس میں کیا کیا اہلیت ہے' یہ تحریک خلافت کی نہ ضرورت ہے اور نہ ان امور کا اقامت دین سے کوئی تعلق بنتا ہے دونوں ٹولے ایک جیسے ہیں' ایک ٹولہ دوسرے کے ساتھ کیا کرتا ہے اس سے ہمارا کیا واسطہ ہمیں اپنا کام کرنا ہے جس کا ان دونوں سے کوئی میل نہیں ہے۔ ان کی راہ ہی جدا ہے تو ہم ان کے پھندوں میں پڑ کر اپنی منزل کیوں کھوئی کریں!۔

رہی دوسری بات کہ سیاسی تجزیئے قارئین کی سیاسی تربیت کے لئے ہوتے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ آج کے دور میں باخبر شخص کو روزنامہ اخبارات اور پھر ہفت روزہ جرائد سے اس قدر معلومات مل جاتی ہیں کہ ہماری ان باتوں کی اسے کوئی خاص ضرورت نہیں رہتی۔ رہی یہ بات کہ جو بات حق ہے اس کا اظہار کرنا چاہیے تو عرض ہے کہ ان حقائق کا اظہار ہم سے کہیں بہتر اور کھلے انداز میں کرنے والے بہت اصحاب ہیں۔ ہمارے کہنے نہ کہنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ہماری آرزوؤں کا محور کوئی اور ہی نظارا ہے۔ ہمیں ہر بات اسے سامنے رکھ کر کہنی اور لکھنی چاہیے کہ اس سے اسے فائدہ ہوتا ہے کہ نقصان۔ یقین جانئے کہ ہمارے ان تجزیوں کو پی پی کے کٹر حامی مزے لے لے کر پڑھتے ہیں اور بطور حوالہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے کام سے انہیں کوئی بحث نہیں۔ نہ وہ ہمارے ساتھ چل سکتے ہیں اور نہ ہی تعاون کرتے ہیں لیکن دوسری طرف دین کے لئے نرم گوشہ رکھنے والے کثیر تعداد میں ہیں جو ہماری ایسی باتوں سے برگشتہ ہو کر ہم سے دور ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ کیا نکلا؟

میں ایک بار پھر کہوں گا کہ خصوصاً" آپ کی بات اور عموماً" عابد صاحب کی بات اصولاً غلط نہیں ہوتی لیکن اولاً تو ایسی باتیں ہماری ضرورت نہیں ثانیاً" بلاوجہ ہمدرد عوام کے دور کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ اس لئے ہم ایسا نہ کبھی لکھیں تو کچھ نقصان نہ ہوگا جبکہ لکھنے میں خسارا بہت ہے۔ ہمیں جب انتخابی سیاست کرنی ہی نہیں تو پھر ایسی تحریروں کا ہمیں کیا حاصل جو ایک کے حق اور دوسرے کی مخالفت میں جاتی ہوں۔ انتخابی حریف ایسا کرتے ہیں اور انہیں کرنا بھی چاہیے کیونکہ یہ ان کی ضرورت ہے۔

ان گزارشات پر ہمدردانہ اور ٹھنڈے دل سے غور کی درخواست کرتا ہوں' میری طرح اور بھی رفقاء کو دعوت کے کام میں ایسی مشکلات پیش آتی ہونگی۔ اگر میں ایسے رفقاء میں سے ہوتا جن کے نزدیک تنظیم میں شمولیت ہی پر فرائض دینی کی ادائیگی ہوجاتی ہے' دعوت کا کام کرنے کی انہیں ضرورت نہیں ہوتی۔ نیز جنہیں اگر کوئی شکایت و اعتراض ہوجائے تو وہیں بیٹھ کر کوسنے دیتے رہتے ہیں اور یک طرفہ ناراضگی اختیار کئے رہتے ہیں' اعتراض کو متعلقہ جگہ پر پہنچانے کی انہیں ضرورت نہیں ہوتی ایسا ہوتا تو پھر میں بھی یہ سطور ہرگز نہ لکھتا لیکن میں اس کام کو اپنی ضرورت اور ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ تو پھر مجھے اس کے بارے فکر مند بھی ہونا چاہیے۔ میں اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے مقدور بھر دعوت کا کام روز اول ۱۹۸۸ء سے کررہا ہوں اور اپنی تمام تر کمزوریوں اور کوتاہیوں کے باوجود نقیب اسرہ کی ذمہ داریاں بھی حتیٰ الامکان نباہ رہا ہوں۔ الحمد للہ' ہر ہفتہ ۲۱ ندائے خلافت احباب میں تقسیم کرتا ہوں اور تعداد بڑھانے کی فکر میں رہتا ہوں تو براہ کرم میرے درد کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اسے ایک خط سمجھ کر اس کا جواب نہ دیجئے بلکہ اسے اپنے ہمسفر کے دل کی تڑپ سمجھئے۔ نیز اسے براہ کرم شائع بھی نہ کریں چونکہ یہ ایک قاری کا مدیر کے نام خط نہیں بلکہ ایک رفیق کا اپنے محترم رفیق سے تحریری مکالمہ ہے۔ البتہ خط کے ذریعے کچھ ارشاد فرمائیں تو عزت افزائی ہوگی۔ لیکن اس ضمن میں بھی فیصلہ آپ ہی پر ہے۔

اب آخر میں کچھ تجاویز عرض کرتا ہوں (۱) سیاسی امور پر خصوصی اظہار خیال مطلوب ہو تو ایسی تحریریں دفاتر تنظیم کو سرکولیٹ کی جاسکتی ہیں البتہ ندا میں شائع نہ کی جائیں تو مناسب یہی ہے (۲) ندائے خلافت کے لئے ہمارے لکھنے کو بیسیوں موضوع ہوسکتے ہیں مثلاً انفاق' صبر' پابندی' نظم' استقامت وغیرہ کے لئے ترغیب دلانے والے مضامین' منہج انقلاب اور اسی طرح کی دیگر کتب قسط وار شائع کی جاسکتی ہیں' منتخب نصاب نمبر ۲ قسط وار' تحریک شہیدین اور دیگر سابقہ تحاریک کے تنظیمی ڈھانچے' انفاق' باہمی اخوت پر تحریریں شائع کی جاسکتی ہیں' انقلاب (ایران' روس' فرانس) کے دوران عملی قربانیوں' نظریئے سے وابستگی پر مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔ نیز اسلامی حکومت کے قیام کے بعد مختلف شعبہ ہائے زندگی کے مسائل کا کس طرح انتظام و انصرام کیا جائے گا اور انہیں اسلامی قالب میں کس طرح ڈھالا جائے گا۔ نیز دیگر اسلامی ممالک کی معاصر تحاریک پر بھی لکھا جاسکتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایسے موضوعات ہماری تحریکی ضرورت ہیں ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ بجائے اس کے کہ ہم وقتی اشوز پر ہلکان ہوتے رہیں۔

اختتام پر عرض ہے کہ سطور بالا میں جو کچھ لکھا ہے وہ اقامت دین کی جذبہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر لکھا ہے اس سلسلے میں نہ تو جذبہ خود نمائی پوشیدہ ہے اور نہ کسی قسم کا استہزاء اس لئے اگر کہیں روانی میں کوئی بات ذو معنی ہو یا ظاہراً ناگوار ہو تو پیشگی معذرت کا خواستگار ہوں۔ اس تحریر کا محرک صرف خلوص دل ہے کوئی اور جذبہ ہرگز نہیں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ میری گذارشات پر ہمدردانہ غور فرمائیں گے۔ میرا فرض بہرحال ادا ہوگیا ہے اس میں کسی درجہ کی کوتاہی پر اللہ کریم مجھے معاف فرمائیں۔

اعتذار

اس دفعہ مواد کی زیادتی کے باعث جس میں سے کوئی ایک صفحہ کم نہ کیا جاسکتا تھا' "دانش نورانی" کا وہ صفحہ رہ گیا جو "ندا" اور "ندائے خلافت" سے کبھی غائب نہیں ہوا تھا۔ ہم معذرت خواہ ہیں ـــ مدیر

گنبدوں اور میناروں کا شہر استنبول

دعا' جس نے فلک کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا

کچھ احوال ترکی میں احیائے اسلام کی "تحریک" کا

اقتدار احمد

عصر کے بعد چندے آرام کر کے کچھ تو ہم جلدی ہوٹل سے نکل آئے اور کچھ جامع مسجد ابوایوبؓ پہنچنے میں ٹیکسی نے ہمارے اندازے سے کم وقت لیا لیکن بہرحال اپنے باقی ساتھیوں کے مقابلے میں خاصا ہی پہلے ہم دونوں بھائی Eyup Camii میں وارد ہو چکے تھے۔ فائدہ اس کا یہ ہوا کہ مرقد حضرت ابوایوبؓ کو بیرونی جالیوں کے ذریعے دیکھنے اور اطمینان سے فاتحہ پڑھنے کا بہتر موقع مل گیا۔ بعض سفرناموں میں پڑھا ہے کہ استنبول میں مزار صحابی رسولؐ پر عقید تمندوں کا بہت ہجوم رہتا ہے۔ ایسا خاص خاص موقعوں پر ہوتا ہو تو کہہ نہیں سکتے' اس ہفتے کے روز غروب آفتاب سے ذرا پہلے (جب Weekend یعنی ہفتہ واری چھٹی بہرصورت شروع ہو چکی ہے) وہاں ہم دو بھائیوں اور پاکستانی نژاد امریکی ڈاکٹر سید ارشد حسین کے علاوہ پرانی وضع قطع کے محض ایک ترک مرد ہی ہماری طرح جالیوں کے ذریعے تاک جھانک کرتے پائے گئے یا پھر شکار کے انتظار میں پانچ چھ بھکارنیں تھیں۔

مزار کا بیرونی دروازہ مقفل تھا' شاید کبھی کبھار کھولا جاتا ہو۔ جی چاہتا تھا کہ مرقد مبارک کے قریب جا کر فاتحہ پیش کی جائے لیکن وہاں کوئی منتظم بھی موجود نہ تھا جس سے دروازہ کھولنے کی درخواست کی جاسکتی یا کم سے کم یہی معلوم کیا جاتا کہ اسے بند رکھنے میں کیا مصلحت ہے۔ مجبوری کے عالم میں جالیوں میں سے زیارت کی۔ سعودی عرب جانا ہوتا ہے اور معلوم ہے کہ جنت معلی (مکہ مکرمہ)' جنت بقیع (مدینہ منورہ)' احد کی پہاڑیوں کے دامن میں اور میدان بدر میں کیسی کیسی عظیم ہستیاں مدفون ہیں لیکن وہاں تو قبروں کا نام و نشان مٹا دیا گیا ہے لہٰذا تشنگی سی رہتی ہے کہ انسان کی نظر خوگر محسوس ہے۔ یہاں پہلی بار ایک صحابیؓ بلکہ میزبان رسولؐ کی صحیح سالم قبر نظروں کے سامنے تھی لیکن واحسرتا' اسے بھی دور سے ہی فاتحہ کا نذرانہ پیش کیا جاسکا۔ غنیمت ہے کہ اندر بجلی کے بلب روشن تھے اور قبر کا تعویز صاف نظر آتا تھا جسے سبز جھلملاتی چادر نے ڈھانپ رکھا تھا۔ عمارت کے مقفل حصے میں کچھ اور بھی قبریں تھیں جو ظاہر ہے کہ عمائدین سلطنت عثمانیہ کی ہوں گی کیونکہ باہر ملحقہ حصے میں بھی درجہ دوم کے اکابرین اور ان کی بیگمات کی پختہ قبریں موجود تھیں جن کی سنگ سرخ سے بنی ہوئی الواح پر مرحومین کے کوائف بزبان ترکی خوبصورت خط نستعلیق میں کندہ تھے۔

بھیک مانگنے والی دو تین خواتین نسبتاً جوان تھیں اور چھوٹے بچے بھی ان کے ساتھ تھے۔ باقی ادھیڑ عمر کی اور ہٹی کٹی تھیں جن میں سے ایک کا انداز جو جثے اور رکھ رکھاؤ میں بھی سب سے ممتاز تھی' خاصا ہی جارحانہ تھا۔ دوسری عورتیں تو ہمارے ساتھی سید ارشد حسین صاحب اور برادر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے سامنے باری باری لجاجت سے ہاتھ ہی پھیلاتی رہیں لیکن اس لحیم شحیم خاتون نے کمزور جان کر میرا پیچھا پکڑ لیا۔ ہاتھ پھیلانے سے زیادہ وہ اپنی زبان سے کام لے رہی تھی اور مفہوم نہ سمجھنے کے باوجود لہجے سے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ بہت جلد مانگنے سے بڑھ کر وہ طعنوں تشنوں پر اتر آئی۔ میں مسافرت میں ہوں' ویسے بھی بھک منگوں پر خیرات کو ضائع کرنے کی مجھے عادت نہیں اور پھر اس بات کا بھی کوئی اندازہ نہیں کہ یہاں بھیک کی کم سے کم شرح کتنے ہزار لیرے ہے لہٰذا میں نے اس کی زبان نہ سمجھ سکنے کی اوٹ میں پناہ لئے رکھی اور آخر تک اس کی باتیں سنی ان سنی کیں جو طعنوں سے بھی آگے نکل گئی تھیں کیونکہ میرے آگے سرکنے کے بعد اس نے آوازے کسنے شروع کر دیئے تھے۔

تاہم غنیمت ہے کہ مشرق کی "پس ماندہ" بھکارنیں اب بھی مغرب کے "ترقی یافتہ" بھک منگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ ۱۹۷۹ء میں اطالوی ایئرلائن "الاطالیہ" میں ہڑتال کے باعث میلان سے واپسی پر جدہ کے لئے کسی دوسری بین الاقوامی فضائی کمپنی کی پرواز پکڑنے کے لئے ریل کے ذریعے میرا روم آنا ہوا اور بہ امر مجبوری ایک دن وہاں ٹھہرنا بھی پڑا تھا۔ شام کو "ونڈو شاپنگ" کے لئے بازار چلا گیا تو بھکاریوں سے بھی واسطہ پڑا جن میں اکثریت عورتوں یعنی میموں کی تھی۔ ایک میم نے پندرہ بیس گز تک میرا تعاقب کیا اور مایوس ہو کر میرے کپڑوں پر تھوک کی ایک پچکاری مار کر وہ بڑبڑاتی ہوئی پلٹ گئی۔ بدبو کا ایک بھبکا سا میرے نتھنوں تک پہنچا تو میں نے جھک کر دیکھا۔ کوٹ کے نچلے حصے اور پتلون کے بڑے رقبے پر وہ پچکاری نقش و نگار چھوڑ گئی تھی' ویسی ہی جیسی محو پرواز بڑے پرندے کی بیٹ کسی متحرک آدمی کے کپڑوں پر چھوڑ جاتی ہے۔ ہاں وہ پرندے کی بیٹ کی طرح دانے دار سی تو تھی لیکن ویسا تعفن اس میں نہیں ہوتا جو اس خاتون کے لعاب دہن میں تھا۔ میرے سوٹ کا ستیاناس ہو گیا اور لاحول پڑھ کر مجھے کپڑے بدلنے کے لئے ہوٹل کی طرف رخ کرنا پڑا جس کے بعد پیدل سیر پر میں نے لعنت بھیجی اور "سٹی ٹورز" کے اداروں سے رابطہ قائم کیا کہ روم کو دیکھنے سے محرومی تو بہرحال گھاٹے کا سودا تھا۔

فاتحہ سے فارغ ہو کر ہم نے گردوپیش کا جائزہ لیا۔ مسجد ابوایوبؓ ساتھ ہی تھی جس کے صدر دروازے اور مزار کے درمیان تو پچاس ساٹھ فٹ چوڑی جگہ ہی تھی اور وسط میں ایک خشک فوارا بھی خاصی جگہ گھیرے ہوئے تھا تاہم مسجد اور مزار کے اس کمپلیکس کا احاطہ خاصا وسیع و عریض تھا اور چونکہ اس کا محل وقوع آبادی کے بیچوں بیچ ہے لہٰذا ادھر سے ادھر آمدورفت کے لئے عام لوگ فاصلوں کو کم کرنے کے لئے اس میں سے بکثرت گزرتے نظر آتے ہیں۔ ایک جانب محلے کی سطح کا بازار بھی ہے جس میں مقامی پبلک ٹرانسپورٹ کی بھدی سی چھوٹی بسیں آتی جاتی دکھائی دیتی ہیں۔ انہیں ہمارے ہاں کی ویگنوں کا متبادل سمجھ لیجئے' لیکن وہ بات کہاں مالوی مدن کی سی۔ یہاں ٹویوٹا ویگنوں کی بہار ہے' وہاں یہ مقامی طور پر بنی ہوئی ہیں اور لمبائی چوڑائی کی نسبت بلندی ان کی بہت زیادہ ہے اس لئے ہمیں بڑی بھدی اور بے تکی سی لگیں۔ ہم ابھی احاطے کا جائزہ ہی لے رہے تھے کہ بیرونی جنگلے کے ساتھ لگژری بسیں آکر لگنی شروع ہو گئیں جن میں سے ہمارے ساتھی غول در غول برآمد ہو کر احاطے میں پھیل گئے۔ اکثر کو ٹوائلٹ کی تلاش تھی اور وضو کی ضرورت بھی اور الحمدللہ کہ دونوں کا معقول انتظام تھا۔

ہمیں اپنے ساتھیوں سے پہلے مسجد میں داخل ہونے کا موقع مل گیا جو دوسری قابل دید تاریخی مساجد سے کسی طرح بھی کم شاندار نہ تھی۔ ہال کی وہی وسعت' بلندیوں کی وہی رفعت' گنبدوں کی وہی عظمت اور تزئین و آرائش کی وہی ندرت۔ میں آگے تک چلا گیا اور دوسری صف میں بیٹھنے کو تھا کہ برادر محترم نے اشارہ کیا "پہلی صف کی فضیلت سے کیوں محروم ہوتے ہو"۔ میں بھی کھسک کر پہلی صف میں ان کے ساتھ جا بیٹھا۔ ذرا دیر بعد آذان کی آواز بلند ہوئی' بہت سریلی اور گھن گرج والی جس کے دوران امام صاحب مخصوص لباس میں ہمارے سامنے ہی آکر دوزانو ہو بیٹھے تھے۔ تیس پینتیس سال کے پیٹے میں تھے' چھوٹی سی لیکن پورے خط پر محیط خوبصورت داڑھی کے ساتھ بھرے بھرے جسم پر یہ جامہ خوب سج رہا تھا جو ترکی میں ائمہ مساجد اور خطباء کی سرکاری وردی ہے۔ قرات بھی ان کی خاصی اچھی تھی' ماسوائے مصر کے عرب ممالک میں ائمہ جہری نمازوں میں ایسی خوش الحانی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ سلام پھیرنے کے بعد یہاں کے معمول کے مطابق مکبر سے اللھم انت السلام و منک السلام... کی مسنون دعا پڑھی گئی اور پھر یہاں کی طرح ہاتھ اٹھا کر عربی اور ترکی میں ملی جلی اجتماعی دعا بھی ہوئی۔

دعا کے بعد امام صاحب سمیت سب نمازی ابھی زیر لب تسبیح فاطمہؓ ہی پڑھ رہے تھے کہ میزبان کمپنی "وی آئی پی" کے ایک ذمہ دار عہدیدار جو سیاحتی دوروں میں گروپ کا ساتھ دیتے تھے' صفیں پھلانگتے ہوئے امام صاحب کے پاس پہنچے اور ترکی میں ان سے جو کہا اس کا یہ حصہ ہماری سمجھ میں بھی آگیا کہ یہ مسلمان امریکی ڈاکٹروں کا گروپ ہے جن کی وجہ سے مسجد بھر گئی' ان کے لئے خصوصی دعا فرمایئے۔ اب جو انہوں نے دوبارہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو کچھ نہ پوچھئے' کیا سماں بندھا۔ چند ہی لمحوں میں ان کی آواز بلند ہونی شروع ہوگئی جس پر لاؤڈ سپیکر نے اور غضب ڈھایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے چیخنا اور پھر بار بار اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے باقاعدہ دہاڑنا شروع کردیا۔ میں حیران بلکہ پریشان بھی کہ اللہ میاں! ہم تجھ سے مانگتے ہیں تو بڑی عاجزی سے' زاری سے اور مسکین صورت بنا کر مانگتے ہیں' ہمیں معلوم نہ تھا کہ تو وعیدوں کے ساتھ بھی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے' ڈرانے دھمکانے پر بھی نوازتا ہے!۔ یوں اللہ میاں کو للکارتے امام صاحب کو تین چار ہی منٹ ہوئے تھے کہ اللہ اکبر کی سریلی سی آواز کان میں پڑی۔ مڑ کر دیکھا تو یہ تیسری ہی صف میں مختصر سی داڑھی رکھنے والے ایک شامی النسل امریکی ڈاکٹر کی تکبیر تحریمہ تھی۔ ان کے پیچھے دور تک تقریباً سب امریکی ڈاکٹر صف بستہ امام صاحب کی دعا سے بے نیاز عشاء کی قصر کا دوگانہ ادا کررہے تھے۔ گویا مدعی سست' گواہ چست والی کیفیت ہوگئی لیکن امام صاحب نے اس کا بھی کوئی اثر نہ لیا اور ارحم الراحمین کی (نعوذ باللہ) خوابیدہ رحمت کو ان کے لئے جگانے کا کام زور شور سے جاری رکھا۔ شامی ڈاکٹر کی خوبصورت قرات ان کی گھن گرج میں نقار خانے میں طوطی کی آواز لگتی تھی۔

ہم دونوں بھائی اپنے ان ہمراہیوں کا ساتھ نہیں دے سکے کیونکہ جمع صلواتین نہ کرنے کا فیصلہ کئے بیٹھے تھے۔ اب مجبور تھے کہ "پیچھے اس امام کے" ہاتھ پھیلائے رکھیں۔ کچھ ہی دیر بعد میرے اٹھے ہوئے ہاتھ شل ہونے لگے اور آہستہ آہستہ نیچے اترتی میری ہتھیلیوں کی کٹوری آخر گود میں آکر ٹک گئی۔ کچھ دیر کہنیوں کے جوڑوں کو آرام دے کر دست سوال پھر دراز کیا اور مارے گھبراہٹ کے ایک بار تو جی میں یہ بھی آئی کہ اٹھ کر بھاگ جاؤں لیکن طبیعت پر جبر کرنے میں مصلحت نظر آتی تھی۔ مسنون دعائیں تو الحمدللہ کہ میری بھی نوک زبان پر رہتی ہیں تاہم چونکہ گلابی وہابی ہوں لہٰذا اللہ میاں کے در پر یوں دھرنا دے کر بیٹھنے کی عادت نہیں۔ ہمارے ساتھی عشاء سے فارغ ہو کر پھر دعا میں شریک ہو چکے تھے لیکن امام صاحب کے مطالبات ختم ہونے میں نہ آئے۔ وہ آواز کو ذرا نیچا کر کے ایک آدھ مسنون دعا عربی میں مانگتے تو خیال ہوتا کہ یہ اختتامی کلمات ہیں لیکن وہ بھی آرام کا ایک وقفہ ثابت ہوتا' یعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر۔ خدا خدا کر کے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم کی نوبت آئی اور ہم نے صدق دل سے اللہ کا شکر ادا کر کے منہ پر ہاتھ پھیرے۔

مسجد سے باہر نکلے تو شب اپنا پڑاؤ ڈال چکی تھی۔ احاطے کی روشنیاں اور سٹریٹ لائٹیں تاریکی سے کشمکش میں ہار مانتی نظر آرہی تھیں۔ اپنے ساتھیوں کے ریلے کے ساتھ بہتے ہم ایک عقبی گلی میں پہنچے جس کے سرے پر دو تین پرانی کھٹارا بسیں سٹریٹ لائٹ کے نیچے کھڑی دکھائی دیں تو آوازیں لگنی شروع ہوگئیں کہ حلقے میں جانے والے ان بسوں میں سوار ہو جائیں اور جو لوگ ہوٹل واپس جانا چاہتے ہیں' وہ اپنی لگژری بسوں کا انتظار کریں جو اسی طرف آنے والی ہیں۔ ہم ٹھٹھک کر کھڑے ہوگئے کہ یہ حلقے کا ذکر کہاں سے آگیا اور ہمارے وہ مہربان کہاں ہیں جو ہمیں کھانے کے لئے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے!۔ ساتھیوں کے اشاروں سے بے نیاز کھڑے ہمیں بمشکل دو منٹ ہوئے ہوں گے کہ وہی ترک نوجوان لپکتے ہوئے ہماری طرف آئے اور زبان بے زبانی میں بس کی طرف چلنے کی التجا کرنے لگے۔ "لیکن بھائی' ہم تو کچھ اور سمجھے تھے"۔۔ ہم نے احتجاج کیا۔ انہوں نے معذرت خواہانہ انداز میں کچھ کہا بھی تو وہ ہمارے پلے نہ پڑا' ہاں یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ سراپا نیاز بنے اصرار کررہے ہیں کہ ہم بس میں سوار تو ہوں۔

بس گلی سے باہر نکلی اور تھوڑا سا فاصلہ ایک کشادہ سڑک کے ذریعے طے کرنے کے بعد پھر گلی کوچوں میں داخل ہوگئی۔ نشیب و فراز بہت زیادہ تھے۔ آخر ایک کھلی سی جگہ پہنچ کر وہ رک گئی۔ یہ محلے کا چوک تھا۔ بس سے اترے تو اپنے میزبانوں کے پیچھے ایک پتلی گلی میں "لانگ مارچ" کرنا پڑا جو اس تیزی سے نیچے اتر رہی تھی کہ ڈھلوان پر قدم جما جما کر چلتے ہوئے میرا سانس اس خیال سے ہی پھولنے لگا کہ واپسی پر یہ چڑھائی بھرے پیٹ کے ساتھ میری جگہ کون چڑھے گا!۔ مرتا کیا نہ کرتا' اب ہم مردہ بدست زندہ تھے۔ کوئی ٹیکسی نظر آگئی ہوتی تو ہم دونوں بھائی تو ضرور ہی وہیں سے راہ فرار اختیار کرلیتے لیکن گلی محلوں میں ان کا کہاں گزر ہوتا ہے۔ اسی کشمکش و پیچ میں خاصا راستہ کٹ گیا۔ آخر یہ قافلہ موڑ کاٹ کر ایک احاطے میں داخل ہوگیا جس میں دو تین چھوٹی کاریں کھڑی تھیں اور ایک مکان کے زینے میں بجلی کا بلب جل رہا تھا۔ ہمراہیوں کے پیچھے پیچھے وہ زینہ چڑھتے ہوئے اپنے پھولے سانس کے علاوہ مجھے یہ اندیشہ بھی پریشان کررہا تھا کہ برادر محترم بھی تو اپنے گھٹنے کے درد سے بے حال ہوں گے لیکن اب جو ہو سو ہو' دیکھتے ہیں یہاں کیا بیتتی ہے۔

اوپر پہنچ کر ہماری رہنمائی دو ملحقہ کمروں کی طرف کی گئی جن کی جانب بڑھتے ہوئے راہداری سے گزرتے ہم نے دیکھا کہ پہلو میں ایک بڑے سے نیم روشن کمرے میں بہت سے لوگ سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ تب اندازہ ہوا کہ یہ صوفیوں کا کوئی ڈیرہ ہے۔ ہم میں سے نصف یا کچھ زیادہ نسبتاً بڑے کمرے میں اور باقی لوگ ساتھ والے چھوٹے کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں قالین کے فرش پر پلاسٹک کے دسترخوان بچھے ہوئے تھے جن پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بڑی بڑی قابوں میں سبز سلاد بجی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی کاغذی ڈشوں میں ڈبل روٹی کے ٹکڑے بھی تھے۔ ہم لوگ ان کے دونوں طرف سمٹ کر بیٹھ گئے تو میزبان رضاکاروں کی قطار میں ہاتھوں ہاتھ سفر کرتے پیالے آنے لگے جن میں بھاپ اڑاتی بڑی پتلی بے رنگ سی دال تھی۔ ہم نے سوچا کہ صوفیوں کی ضیافت میں دال روٹی سے زیادہ کیا ہوگا۔ اسی کو "مین کورس" سمجھ کر سب لوگوں نے دال میں بھگو بھگو کر ڈبل روٹی کے بڑے بڑے لقمے صبر شکر کرتے شکم میں اتارنے شروع کئے اور تقریباً سیر ہوگئے تھے کہ انہی نوجوان رضاکاروں کی قطار کے ذریعے دو ڈشیں اور نازل ہونے لگیں' ایک میں موٹے تازے سیخ کباب تھے اور دوسری میں چھوٹے گوشت کا سالن۔ ساتھ ہی پیپسی کولا کی بوتلیں بھی آگئیں۔ گویا پتلی دال سالن نہیں بلکہ "سوپ" تھی۔ مہمانوں کو چاروناچار ان کا حق بھی ادا کرنا پڑا کیونکہ ذائقہ ہر چیز کا اشتہار انگیز تھا۔ آخر میں میٹھا اور اسی معیار کا جو اب تک ہوٹلوں ریستورانوں میں چکھا تھا۔

مہمانوں کے پیٹ حلق تک بھرنے کے بعد میزبان ان کو بڑے کمرے میں لے گئے جہاں انہیں سمانے میں خاصی ہی دشواری ہوئی اور خود مجھے دروازے کے قریب

ہی بیرونی دیوار کے ساتھ لگ کر اکڑوں بیٹھنے کی ہی جگہ مل سکی۔ ملگجی روشنی میں دیکھا کہ برادر محترم بھی قریب ہی لیکن نسبتاً آرام سے فروکش ہیں۔ آنکھوں کے اندھیرے کی عادی ہونے کے بعد اطمینان سے ماحول کا جائزہ لیا تو ہم ستر اسی نوگرفتاروں کے علاوہ سو ڈیڑھ سو ترک جن میں سے بیشتر نوجوان تھے' اس حلقہ ذکر میں شریک پائے۔ تقریباً وسط میں تھوڑی سی کھلی جگہ کے درمیان جبہ و دستار پوش ایک بزرگ تشریف فرما تھے جن کے عین سر پر ہلکی پاور کا ایک بلب معلق تھا۔ ہم لوگوں کے سمٹ جانے کے بعد ذرا دیر خاموشی رہی اور پھر ہلکے والیوم پر کام کرتے داخلی ساؤنڈ سسٹم کے ذریعے بزرگوار کی آواز نے مجلس کو ڈھانپ لیا۔ تعوذ اور تسمیہ کے بعد انہوں نے قرآن حکیم کی چند آیات کی تلاوت کی جن میں اسمائے حسنہ کی تکرار تھی اور ازاں بعد لا الہ الا اللہ کا ورد شروع ہو گیا اور جوں جوں اس میں تیزی آتی گئی توں توں بلب کی روشنی پھیکی پڑنے لگی۔ ظاہر ہے کہ کسی نوجوان کی ڈیوٹی ریگولیٹر سوئچ پر ہوگی جو اسے بتدریج "آف" کی طرف گھماتا رہا یعنی یہ "ذکر" کا نہیں بلکہ "سائنس" کا کمال تھا۔

لا الہ الا اللہ سے الا اللہ ' پھر "اللہ ہُو" اور آخر میں "ہُو ہُو" تک آتے آتے کمرہ ضربوں کی حدت سے تپنے لگا اور تیز سانسوں نے ہوا کو بھی اتنا بوجھل کر دیا تھا کہ میرے لئے سانس لینا محال ہو گیا لیکن کچھ ایسا پھنسا بیٹھا تھا کہ نکل کر بھاگنا اور کھلی فضا میں جا کر تنفس کو قابو میں لانا بھی ممکن نہ تھا۔ کیا عجب شیخ کو کشف ہو گیا ہو کہ نوواردوں پر سخت وقت آپڑا ہے اور ان میں سے ایک کا دم لبوں پر ہے ورنہ گردن کو جھٹکے دے کر دل پر "ہُو" کی ضربیں لگانے کا مزا تو ان کے اہل حلقہ کو اب آنے ہی لگا تھا۔ اتنا ہوش نہ رہا تھا کہ دیکھ سکوں لیکن یقیناً شیخ نے کوئی اشارہ کیا ہوگا جو ضربات کا سلسلہ اچانک بند ہو گیا اور چند دعائیں پڑھنے کے بعد شیخ نے "فل سٹاپ" لگا دیا جس کے ساتھ ہی کمرے میں بتیاں روشن ہو گئیں اور امریکی دوست یوں لوگوں کے سروں پر سے پھلانگتے باہر نکلے جیسے کسی قید سے رہائی ملی ہو۔ میں نے بھی راہداری میں آکر لمبے لمبے سانس لئے اور جان کی امان پانے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔

جتنی دیر میں میرا سانس کسی درجے میں ہموار ہوا' اتنی دیر میں شیخ اپنے قریبی ساتھیوں کی معیت میں اسی کمرے میں تشریف لے آئے تھے جس میں ہم نے درویشوں کی دعوت اڑائی۔ اب لوگوں کا اندر جا کر شیخ کی زیارت کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ برادر محترم ڈاکٹر اسرار احمد تو راہداری میں ہی کھڑے پیچ و تاب کھاتے رہے لیکن برا ہو تجسس کا' میں پھر کمرے میں داخل ہو کر ایک کونے میں جا کھڑا ہوا۔ ترک نوجوان شیخ سے مصافحہ کرتے ہوئے حالت رکوع میں ہوتے' ان کے ہاتھ چومتے اور آنکھوں سے لگاتے تھے۔ ہمارے ساتھی ڈاکٹروں نے بھی ایک حد تک جھکنے اور بعض نے ہاتھ کو بوسہ بھی دینے میں عافیت جانی یا ثواب کمایا لیکن میرا نمبر آیا تو سرو قد کھڑے رہ کر مصافحہ کرتے ہوئے شیخ کی آنکھوں میں جھانکتے میں نے کہا "السلام علیکم یا شیخ' انا اخوکم من باکستان"۔ اس گستاخی پر شیخ کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ غصہ بھی جھلکنے لگا۔ میری طرف سے بصیغۂ ادب ـــ ضمیر "کُم" کا استعمال بھی شیخ کی تیوری کے بل دور کرنے میں کامیاب نہ ہوا تھا۔ پلٹ کر میں کمرے سے باہر نکلا تو ترک نوجوانوں کی غضبناک نگاہیں میرا تعاقب کرتی رہیں۔

راہداری میں آیا تو برادر محترم کو منتظر پایا۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ دیر اور یہاں ٹھہرنا پڑا تو میرا دم نکل جائے گا۔ وہ کچھ کہے سنے بغیر میرا ساتھ دیتے ہوئے زینے کی طرف بڑھے تو دو ترک نوجوان بھی ہمارے پیچھے پیچھے نیچے اتر آئے۔ ہم نے انہیں اپنی طرف متوجہ دیکھ کر پوچھا کہ بھائی یہاں سے ہمیں کوئی ٹیکسی بھی مل جائے گی؟۔ ان میں سے ایک نے جو انگریزی بولنے پر کسی حد تک قادر تھے' جواب دیا کہ ٹیکسی تو نہیں ملے گی لیکن آپ کو جلدی کیا ہے۔ ابھی عشاء کی نماز ہوگی اور اس کے بعد بسیں آپ کو پہنچانے کے لئے منتظر کھڑی ہیں۔ برادر محترم نے کہا کہ نماز ہم قیام گاہ پر جا کر پڑھ لیں گے' میرے ساتھی کی طبیعت خراب ہو رہی ہے لہٰذا ممکن ہو تو ہماری واپسی کا کوئی انتظام فوراً کر دیجئے۔ پھر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے اضافہ کیا کہ اس کے لئے یہ چڑھائی چڑھنا بھی مشکل ہے ورنہ ہم کہیں باہر نکل کر کوئی سواری پکڑ لیتے۔

اللہ کا شکر ہے کہ نہ صرف اس نے ترک نوجوانوں کے دل میں ہمارے لئے رحم ڈال دیا بلکہ یہ کہ ان میں سے ایک "کاردار" بھی نکلا۔ اس نے ہمیں اپنی گاڑی میں بٹھایا جو وہیں کھڑی تھی اور اسے گلیوں میں گھما پھرا کر آخر وہ سڑک پکڑ لی جو ہوٹل مرمرو کو جاتی تھی۔ راستے میں اپنے محسن سے تھوڑا بہت جو تبادلہ خیال ہوا' اس سے پتہ چلا کہ وہ بلحاظ پیشہ ایک انجینئر ہے اور یہ بھی کہ اتوار کی چھٹی سے پہلے ہفتے کی شب کو اس حلقہ ذکر میں یہی شرکت یہاں کے پڑھے لکھے نوجوانوں میں احیائے اسلام کی "تحریک" سمجھی جاتی ہے جس کی قیادت شیخ جیسے بہت سے صوفیائے نقشبندیہ کے ہاتھوں میں ہے۔۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

تاہم ہمیں قوی امید ہے کہ زندہ و پائندہ اسلام' دین حق یعنی خدائی نظام عدل اجتماعی کے قیام کی بھی کوئی نہ کوئی کوشش ترکی میں کسی نہ کسی سطح پر ضرور ہو رہی ہوگی جو کبھی نہ کبھی اس انقلاب کا پیش خیمہ بنے گی جو روئے ارضی پر برپا ہو کر رہے گا۔۔۔ ان شاء اللہ العزیز۔ (باقی باقی)

قارئین کی توجہ کے لئے

نوٹ فرمالیا جائے کہ:

○ "ندائے خلافت" پچھلے سال کی طرح ہفت روزہ ہی رہے گا جس کی ایک ہفتے کی اشاعت صرف رفقائے تنظیم اسلامی اور معاونین تحریک خلافت پاکستان کے لئے مخصوص ہوگی اور دوسرے ہفتے کا شمارہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا جائے گا۔ گویا آپ کے لئے عملاً یہ ایک پندرہ روزہ جریدہ ہوگا۔

○ جلد اور شمارے کے نمبروں سے قطع نظر آپ اس عدد کا خیال رکھئے جو ان کے نیچے ایک دائرے میں درج ہے۔ اسی سے آپ کو معلوم ہوگا کہ کوئی پرچہ آپ تک پہنچنے سے رہ تو نہیں گیا۔

○ آپ کو سال بھر میں ۲۴ یا زیادہ سے زیادہ ۲۶ شمارے ملیں گے چنانچہ اسی تناسب سے سالانہ زر تعاون کو کم کر دیا گیا ہے۔

○ پرانے سالانہ خریداروں کو اپنے چندوں کے عوض پورے یعنی ۵۲ پرچے ملیں گے یعنی وہ کمی نئے سال میں پوری کر دی جائے گی جو ۱۹۹۲ء میں رہ گئی۔

○ کسی خریدار کے حساب میں کمی بیشی رہ جائے تو وہ از راہ کرم بذریعہ خط اطلاع دے کر دفتر کی مدد فرمائیں ــــــ (ادارہ)

بقیہ تراشے

وہ سارے مسلمان ہیں جو انفرادی اور اجتماعی ' پوری زندگی پر اسلام کا نفاذ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ البتہ اس میں گھپلا یہ ہے کہ ان تمام تحریکوں اور گروہوں کی خامیاں بھی اس اصطلاح کے مفہوم میں شامل ہوجاتی ہیں جو سیاسی مقاصد کے لئے اسلام کا نام استعمال کرتے ہیں کیونکہ احیاء اسلام اور اسلامی بنیاد پرستی باہم مترادف کے طور پر استعمال ہورہے ہیں۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے 'اس میں "بنیاد پرستی" کا تصور بے معنی ہے۔ ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور یہ پورے کا پورا بالکل اسی شکل میں محفوظ ہے جس میں آج سے چودہ سو سال قبل اسے اللہ تعالی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا تھا۔ اس کی رو سے ہر مسلمان لازمی طور پر "بنیاد پرست" ہے۔ ہم یہاں "انتہا پسندی" کو زیر بحث نہیں لائے جو بالعموم آج کل اسلامی تحریکوں کا حصہ شمار ہوتی ہے۔ اسے بالکل الگ رکھئے تاہم مختصرا اتنا جان لیجئے کہ اسلام "انتہا پسندی" کو قبول نہیں کرتا کیونکہ امت مسلمہ کو "امت وسط" کہا گیا ہے اور انتہا پسندی تو درحقیقت اسلام کی ضد ہے۔ (بشکریہ عرب نیوز جدہ)

بقیہ دستور تحریک

واجب الادا رقوم اور قرض کی واپسی کے بعد بچ رہے گا، تنظیم اسلامی پاکستان کے مرکز کو منتقل کردیا جائے گا۔

(دفعہ نمبر۔۱۴) قواعد و ضوابط انتخابات برائے حلقہ جاتی خلافت کمیٹیاں اور مرکزی خلافت کمیٹی

(ا) مرکزی خلافت کمیٹی کے مقرر کردہ ناظم انتخابات کی زیر نگرانی ہر حلقہ کے معاونین ' جنہیں حق رائے دہی حاصل ہے ' وہ اپنے بلاواسطہ ووٹ (Direct Vote) اور خفیہ بیلٹ کے ذریعہ اپنے حلقہ کی خلافت کمیٹی کے ارکان کا انتخاب کریں گے۔

(ب) حق رائے دہی۔ معاون بننے کے لئے ایک سال بعد حاصل ہوگا۔ حق رائے دہی حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک معاون نے جو ماہانہ زر تعاون تحریک کے لئے خود مقرر کیا تھا' وہ اسے باقاعدگی سے ادا کررہا ہو۔ تین ماہ کی ادائیگی نہ کرنے پر حق رائے دہی سلب ہوجائے گا۔ انتخاب کے وقت معاون کی اعانت up to date ہونا ضروری ہے۔

(ج) حق رائے دہی کے استعمال کے لئے معاون حضرات کا انتخاب کے موقع پر موجود ہونا ضروری ہے ۔ معاون خواتین اپنا ووٹ بذریعہ ڈاک ناظم انتخاب کو بھجوا سکتی ہیں ۔ انتخاب کے لئے صرف مرد حضرات کو ہی تجویز کیا جاسکے گا۔

(د) حلقہ کے منتخب ارکان اپنے اپنے حلقہ سے مرکزی خلافت کمیٹی کے ارکان کا انتخاب کریں گے۔ یہ انتخاب بھی خفیہ بیلٹ کے ذریعہ ہوگا اور اسی ناظم انتخاب کے زیر نگرانی ہوگا جس کی نگرانی میں حلقہ کی خلافت کمیٹی کے ارکان کا انتخاب ہوا تھا۔ حلقہ جاتی اور مرکزی خلافت کمیٹیوں ' دونوں کے انتخاب ' تحریک کی رجسٹریشن کے چھ ماہ کے دوران اور بعد ازاں ہر دوسرے سال ماہ تقریبا اکتوبر میں ہونے والے سالانہ کونشن کے موقعہ پر منعقد کئے جائیں گے۔

(ہ) تحریک کی رجسٹریشن کے چھ ماہ کے دوران دونوں انتخابات میں ہر معاون کو حق رائے دہی حاصل ہوگا۔

(و) اگر کسی منتخب رکن کی انتخاب کے بعد عرصہ دو سال کے دوران کسی وجہ سے حلقہ جاتی / مرکزی خلافت کمیٹی کی رکنیت جاری نہ رہ سکے تو متعلقہ حلقہ جاتی کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ وہ ناظم انتخابات سے ضمنی انتخاب کے لئے درخواست کرے یا گذشتہ انتخاب کے نتیجہ میں اس معاون کو نامزد کردے جس نے رکنیت سے فارغ ہونے والے رکن کے بعد سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے تھے۔

(ز) ان اصولی قواعد و ضوابط کی بنیاد پر ناظم انتخاب ' مرکزی خلافت کمیٹی کے زیر ہدایت انتخابات کے لئے تفصیلی قوانین وضع کریں گے اور ان سے تمام معاونین کو بروقت مطلع کریں گے۔ ناظم انتخاب ' انتخاب کے فورا بعد نتائج کا موقع پر ہی اعلان کردیں گے۔

بقیہ دورۂ سرحد

میرے لئے مسرت اور انبساط کا باعث ہوا ہے۔

انہوں نے اپنے کتابچے قرآن مجید کے حقوق کا حوالہ دیتے ہوئے ہر مسلمان پر قرآن کے پانچ حقوق بتائے۔ بعد ازاں انجمن کے اغراض و مقاصد اور دور حاضر میں اس کی اہمیت کو واضح کیا اور کہا کہ دور حاضر میں ہمیں اس کتاب ہدایت کو لے کر پانچ محاذوں پر جہاد کرنا ہوگا اور وہ محاذ جاہلیت قدیمہ ' جاہلیت جدیدہ ' بے یقینی ' نفس پرستی اور شیطانی ترغیبات اور فرقہ واریت ہیں۔

آخر میں صدر انجمن ڈاکٹر اقبال صافی نے اختتامی کلمات ادا کرتے ہوئے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور انہیں انجمن کے طریقہ کار اور ممبرشپ کی تفصیلات بتائیں اور پھر نماز عشاء کے ساتھ اس مجلس کا اختتام ہوا۔ یوں تحریک دعوت رجوع الی القرآن کا پودا جو سرحد میں لگایا گیا ہے 'ان شاء اللہ دوسری انجمنوں کی طرح برگ و بار لائیگا اور ان شاء اللہ ایک تناور درخت کی شکل اختیار کرے گا۔ ○

بقیہ تفکر و تذکر

ایمانی حقائق کے ادراک و شعور اور اس "باطنی تجربے" کی ضرورت و اہمیت سے خطرناک حد تک بے اعتنائی ہے جسے علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں تو نہایت جوش و خروش اور کیف و سرور کے ساتھ بیان کیا ہی ہے '"الہیات اسلامیہ کی تشکیل جدید" کے پہلے تین خطبات کا موضوع بھی بنایا ہے۔ اس بے اعتنائی نے اس تحریک میں روحانیت کا عنصر ابتداء ہی سے خطرناک حد تک کم کردیا تھا۔ اور بالآخر اسے ایک خالص سیاسی تحریک بنا کر رکھ دیا۔ اس موضوع پر ایک مفصل بحث راقم الحروف نے اب سے چھبیس برس قبل اپنی ایک تحریر: "اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام" میں کی تھی۔

دوسری اہم تقصیر مولانا مودودی کے عمرانی فکر کی ہے کہ جہاں نقدی کے سود کی حرمت کو تو انہوں نے خود بھی خوب سمجھا اور بیان بھی خوب کیا ' وہاں زمین کے سود ' یعنی غیر حاضر زمینداری اور جاگیرداری کی نفی سے وہ یکسر قاصر ہی نہیں رہے 'ان کی تائید اور تقویت کے لئے ایک کتاب بھی لکھ دی ۔ پاکستان کی قومی سیاست کے اکھاڑے میں اترنے کے بعد تو یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ یہ معاملہ حکمت عملی اور مصلحت اندیشی کی بنا پر ہوا ہو 'لیکن حیران کن امر یہ ہے کہ فکر اقبال کا یہ گوشہ مولانا کی نگاہ سے ابتداء "کیسے اوجھل رہ گیا۔ شاید اس میں اصل عمل دخل حیدر آباد دکن کے ریاستی اور جاگیردارانہ ماحول کا ہو جس میں مولانا نے نشوونما پائی تھی 'واللہ اعلم 'لیکن بہرحال اس تسامح یا تقصیر نے پاکستان میں اقامت دین کی تحریک کو انقلابی جذبے سے یکسر محروم کردیا۔

جلسہ خلافت مردان سے داعی تحریک مخاطب ہیں' ساتھ وارث خان صاحب اور ناظم تحریک عبدالرزاق صاحب تشریف فرما ہیں

کردیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم کٹھ پتلی کی طرح امریکہ کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں اور چاہے ہمارا دفاعی بجٹ ہو یا ایٹمی پروگرام' ہم امریکہ کے حکم پر اسے منجمد کرنے کو تیار ہیں۔ گویا ہم نے اپنی آزادی اور خودی کو امریکہ کے پاس گروی رکھ دیا ہے۔

داعی تحریک نے قرآن حکیم کی آیات مبارکہ' احادیث رسولؐ اور موجودہ حالات کے تناظر میں بتایا کہ احیائے اسلام شدنی ہے اور نظام خلافت کا احیاء یقینی ہے لیکن اس کے لئے صرف اور صرف حضورؐ کے منہج انقلاب اور نہی عن المنکر بالید کو اپنانا ہوگا۔ انہوں نے مذہبی سیاسی جماعتوں پر تنقید کرتے ہوئے انہیں بڑی سیاسی جماعتوں کا ضمیمہ قرار دیا اور کہا کہ ہمارے سیاسی عناصر میں ٹھوس کام کرنے کی صلاحیت مفقود ہے جبکہ مقابلتاً راشٹریہ سیوک سنگھ ہے جو خاکسار تحریک کے مقابلہ میں قائم کی گئی تھی۔ آج اس کے پاس ۲۵ لاکھ مسلح رضا کار موجود ہیں لیکن اس نے کبھی بھی الیکشن میں حصہ نہیں لیا بلکہ اپنی تربیت' تنظیم اور استحکام پر توجہ دی اور یہی وجہ ہے کہ بھارتی حکومت بھی اس جماعت سے اب خائف ہے۔

قیام نظام خلافت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے سیرت النبیؐ سے اخذ کردہ مراحل کو بیان کیا اور کہا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قول کے مطابق امت کے آخری حصے کی بھی اسی طریقہ پر چلنے سے اصلاح ہو سکتی ہے جس طریقہ پر پہلے حصے کی ہوئی تھی' یعنی سب سے پہلے دعوت کے ذریعے لوگوں کو اکٹھا کیا جائے پھر انہیں یک مشت اور بنیان مرصوص بنا کر باطل کے سر پر دے مارا جائے تاکہ اس کا بھیجا نکل جائے۔

آخر میں آپ نے تحریک خلافت کا تعارف کراتے ہوئے اہالیان مردان کو دعوت عمل دی۔

لاریب کہ مردان کا منطقہ جس طرح زمینی لحاظ سے زرخیز ہے اسی طرح دین کے لئے بھی زرخیز ثابت ہوگا لیکن اس کے لئے محنت اور کوشش شرط ناگزیر ہے تاکہ قرآنی بیج پوری طرح برگ و بار لا سکے۔○○

انجمن خدام القرآن سرحد کا پشاور میں تاسیسی اجلاس

آج امت مسلمہ جس ذلت و رسوائی کا شکار ہے وہ کسی بھی ذی شعور انسان سے مخفی نہیں بقول شاعر؎

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیء فرشتہ ہماری جناب میں

لیکن اس مرض کے لئے جو علاج تجویز کیا جاتا ہے' وہ اکثر و بیشتر انتہائی سطحی ہوتا ہے حالانکہ اس کا اصل سبب چونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب سے بیگانگی اور بے تعلقی ہے لہٰذا احیائے اسلام اور دین کی نشأۃ ثانیہ کا خواب امت مسلمہ میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک کے بغیر شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے ۱۹۶۷ء کے اوائل میں اپنی تحریر "اسلام کی نشأۃ ثانیہ" میں طویل نظری مباحث کے بعد عملی اقدامات کے ذیل میں دو تجاویز پیش کیں۔ ایک یہ کہ عمومی دعوت و تبلیغ کا ایک ایسا ادارہ ہو جو ایک طرف تو عوام کو رجوع الی القرآن کے ذریعے تجدید ایمان اور اصلاح اعمال کی دعوت دے اور ایسے ذہین نوجوانوں کو تلاش بھی کرے جو پیش نظر عملی کام کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور دوسری یہ کہ اس غرض سے قرآن اکیڈمی کا قیام بھی عمل میں لایا جائے۔ اسی تحریر کے نتیجے میں ۱۹۷۲ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا قیام عمل میں آیا جس کے نشانات راہ میں قرآن اکیڈمی' قرآن کالج' قرآن آڈیٹوریم' قرآن کانفرنسز' قرآنی محاضرات' دو سالہ اور ایک سالہ کورس' منتخب نصاب کا خط و کتابت کورس اور عربی کے خط و کتابت کورس شامل ہیں۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی توسیع کے طور پر کراچی' ملتان' فیصل آباد' کوئٹہ' راولپنڈی و اسلام آباد میں بھی مقامی انجمنیں قائم کی گئیں لیکن صوبہ سرحد کا خطہ ابھی تک اس سعادت سے محروم تھا لیکن الحمدللہ والمنۃ کہ سرحد کے کچھ باہمت اور اس کام کی اہمیت کو محسوس کرنے والے اصحاب کے احساس فرض کی بدولت انجمن خدام القرآن سرحد کا قیام عمل میں آیا ہے اس سلسلہ میں ابتدائی طور پر آئین کی تیاری اور رسمی کاغذی کارروائی کے بعد دفتر انجمن کے لئے تگ و دو شروع کردی گئی جو ۱۸' اے۔ ناصر مینشن شعبہ بازار پشاور شہر میں قائم کیا گیا۔ بعد ازاں باہمی مشورے سے ۱۷ دسمبر کو انجمن کا تاسیسی اجلاس رکھا گیا اور مرکزی انجمن کے صدر موسس جناب ڈاکٹر اسرار احمد کو اس تقریب کے لئے مدعو کیا گیا۔

جمعرات ۱۷ دسمبر بعد از نماز مغرب ایف۔ سی ہال پشاور صدر میں اس تقریب سعید کا آغاز ہوا۔ قاری مظفر اللہ ظہیر مہتمم مدرسہ تجوید القرآن نے سورۃ الحشر کے آخری رکوع کی چند آیات کی تلاوت سے تقریب کا آغاز کیا جو موقع و موضوع کی مناسبت سے نہایت مناسب و موزوں تھیں۔

تلاوت کے بعد صدر انجمن (سرحد) ڈاکٹر اقبال صافی نے افتتاحی خطبے میں انجمن کی اہمیت اور اغراض و مقاصد بیان کئے۔ اس کے بعد سرپرست اعلیٰ جناب ڈاکٹر اسرار احمد کو خطاب کی دعوت دی گئی۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے اس تقریب تاسیس کے انعقاد پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ۶۷ء میں جو فکر انہوں نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ نامی کتابچے میں پیش کیا تھا اور جس کشمکش میں میری زندگی کے روز و شب بسر ہو رہے ہیں اس کا پودا آج برگ و بار لا رہا ہے اور بیرون پاکستان اور پاکستان کے دوسرے علاقوں کے بعد صوبہ سرحد میں اس کا قیام

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

تراشے

"بنیاد پرستی" سے اہل مغرب کیا مراد لیتے ہیں؟

اخذ و ترجمہ : سردار اعوان

اسلام کے ساتھ "فنڈا منٹسٹ" اور "فنڈا منٹلزم" کے الفاظ حال ہی میں نتھی کئے گئے ہیں۔ یہ الفاظ ستر کی دہائی کے شروع میں مغربی ذرائع میں سامنے آئے لیکن اس وقت ان کا کوئی سر پیر نہ تھا اور بہت تھوڑے لوگ ٹھیک طرح ان کے معنی اور مقصد کے بارے میں جانتے تھے۔ یہ جاننے کے لئے کہ ان اصطلاحات کی ضرورت کیوں پیش آئی اور ان کی موجودہ اہمیت کیا ہے، ہمیں تھوڑا پیچھے جا کر اس کا سراغ لگانا پڑے گا۔

ساٹھ کی دہائی کے اواخر اور ستر کے شروع میں مغربی ذرائع سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ مسلم دنیا میں اسلام کے احیاء کی بات کرنے والوں کو کس نام سے پکاریں کیونکہ انہیں نظر آ رہا تھا کہ اسلام کا احیاء اگر زور پکڑ گیا تو عرب ممالک میں بالخصوص اور مسلم دنیا میں بالعموم اس کے گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ ۱۹۶۷ء میں اسرائیل کے ہاتھوں شرمناک شکست کے بعد عربوں میں اسلام کا احساس نیا نیا ابھرا تھا اور میں نے انہیں دنوں لندن کے اتوار کو شائع ہونے والے ایک بہت بڑے اخبار میں منٹگمری واٹ کا ایک مضمون پڑھا جس میں عربوں کی شکست پر تبصرہ کرتے ہوئے برملا یہ خدشہ ظاہر کیا گیا تھا کہ عرب اسلام کی طرف مائل ہو کر اس کے احیاء کی کوشش شروع کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مغرب نے پیش بندی کے طور فوراً ہی اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا۔

مغرب کے اسلام کے بارے میں رویے اور اس کے تاریخی پس منظر کو بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے مگر پوری دنیا پر اپنی بالادستی قائم رکھنے کی ان کی خواہش کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں جس کے لئے مسلمانوں کو منتشر اور کمزور رکھنا ضروری ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے الگ تھلگ رکھنے کے لئے نو آبادیاتی طاقتوں کی نسبت خود ہم میں سے کئی لوگ زیادہ موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ غور کیا جائے تو تین قسم کے لوگ ملیں گے یعنی وہ جو انتہائی سادہ یا بالکل بدھو ہیں جنہیں یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کس کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں، غیر مسلم جو مسلمانوں کا روپ دھار کر مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں اور دشمن کے وہ پٹھو جو اپنی قیمت لگوا کر مسلمانوں سے غداری کرتے ہیں۔ اس امر کے کئی پہلو ہو سکتے ہیں کہ بڑی طاقتیں حالات کو جوں کا توں برقرار رکھ کر کس طرح فوائد حاصل کرتی ہیں مگر اس کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد مغربی ذرائع ابلاغ نے محسوس کیا کہ انہیں اسلام کے خلاف اپنی حکمت عملی نئے سرے سے ترتیب دینا ہے۔

ساٹھ کی دہائی کے وسط تک مغرب میں نو آبادیاتی نظام کا نشہ پوری طرح نہیں اترا تھا۔ یہاں تک کہ وہاں کے سنجیدہ اور معیاری اخبارات بھی اسلام کی احیائی تحریکوں سے اپنی حقارت چھپانے کی کوشش نہ کرتے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمان ممالک میں جہاں بھی آزادی کی جنگ لڑی گئی، وہاں اگرچہ اس جدوجہد میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے مگر قربانی دینے میں سب سے پیش پیش مسلمان ہی رہے چنانچہ قدرتی بات تھی کہ سامراجی طاقتیں اسلام کی احیائی تحریکوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں کیونکہ ان کی وجہ سے انہیں اپنے مقبوضات سے ہاتھ دھونا پڑے تھے۔ اس کے بعد گو صورت حال بدل گئی اور سوائے چند ایک جگہوں کے "آزاد ہونے والے ممالک میں وہاں کی قومی حکومتیں قائم ہو گئیں لیکن احیاء اسلام کا خوف بدستور سامراجی طاقتوں کے ذہنوں پر سوار ہے۔ اسلام کے خلاف ان کی دیرینہ دشمنی ختم کرنے کے لئے انہیں ان کے مقبوضات سے بے دخل کر دینا ہی کافی نہیں رہا کیونکہ مغربی مصنفین، دانش ور اور صحافی اب بھی اتنے ہی متعصب ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس سے چونکہ ان کے آزادی کے تصور کی نفی ہوتی ہے، اس لئے اپنا تعصب ظاہر نہیں کر سکتے۔ وہ اسلام کے بارے میں غیر جانبداری کا مظاہرہ کرنے پر مجبور تو ہیں لیکن مغرب ہم سے زیادہ جانتا ہے کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ ایک قوت ہے اور اس کا مقابلہ کیا جانا چاہیے۔

اس پس منظر میں احیاء اسلام کے لئے "فنڈا منٹلزم" کی اصطلاح وضع کر کے اتنے زور شور سے اس کی تکرار کی گئی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی چند سالوں کے اندر ہر خاص و عام کی زبان پر چڑھ گئی۔ ہمیں یہ اصطلاح اس لئے ناگوار گزرتی ہے کہ اصلاً یہ عیسائیوں کے بارے میں تھی لیکن بہرحال اب چونکہ یہ عام ہو چکی ہے تو آئیں اس کا مطلب بھی دیکھ لیتے ہیں۔ آکسفورڈ کی چھوٹی ڈکشنری میں "فنڈا منٹلزم" کے یہ معنی درج ہیں "روایتی آرتھوڈکس عقائد کے ساتھ 'جو عیسائیوں کے بنیادی عقائد شمار ہوتے ہیں' سختی کے ساتھ چمٹے رہنا" ڈکشنری میں ان عقائد کی جو مثال دی گئی ہے وہ اس طرح ہے کہ "انجیل کے الفاظ کا غلطی سے مبرا ہونے کا تصور" ڈکشنری میں "فنڈا منٹلزم" کو "لبرل ازم" اور "ماڈرن ازم" کی ضد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ گویا مغرب میں ایک عیسائی کے ذہن میں "فنڈا منٹسٹ" سے مراد ایک ایسا شخص ہے جو بائبل کو لفظ بلفظ درست مانتا ہے اور اس کے مطابق اس کی پیروی کا قائل ہے جبکہ پوری مغربی دنیا میں پادریوں سمیت عیسائیوں کی اکثریت کا عقیدہ یہ نہیں ان کا سارا زور غیر لچکدار رویے کو اختیار کرنے اور عدم مفاہمت کے خلاف ہے۔ ماضی میں انجیل کے کٹر پیرو کار اور آزاد خیال ہمیشہ ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما رہے اور ایک مختصر عرصے کو چھوڑ کر یورپ کی پوری تاریخ میں نقصان شدت پسندوں کو ہی اٹھانا پڑا۔ آج کے دور میں بھی عیسائی بنیاد پرستی معین طور پر اس روشن خیال اور "جدید تہذیب" کی ضد شمار ہوتی ہے جو ان کے نزدیک معقولیت پر مبنی ہے۔

جب یہ لفظ اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے استعمال کیا گیا تو اس سے وابستہ سارے برے مضمرات ہی نہیں، مغرب کا اسلام کے بارے میں تعصب اور اسلام کی احیائی تحریکوں سے لاعلمی کی بنا پر بغض بھی اس میں شامل ہو گیا مگر اب یہ اصطلاح وسیع تر معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ اس سے مراد

(باقی صفحہ ۱۹ پر)